۹۲/۸۶ے

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ

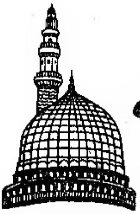

اَنوارُ الصُّوفِیَّہ

بنگلور

علم تصوّف وعرفان کا
جامع چارماہی رسالہ

بابت جنوری تا اپریل 2010ء

محرم الحرام تا ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

جلد۴ ———— شمارہ ۱۵

انٹرنیشنل صوفی سنٹر (رجسٹرڈ)

بنگلور

3/28 1st Cross V.R. Puram
Palace Guttahalli, Bangalore 560 003
Karnataka State (India)
Contact: 23444594

Please Visit our Website : www.internationalsuficentre.com

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور

مجلس ٹرسٹیان

(1)	مولانا مولوی جناب سید شاہ انور حسینیؒ	صدر
(2)	بناب اے اے خطیب	نیجنگ ٹرسٹی
(3)	جناب محمد تاج الدین انور	خازن
(4)	ڈاکٹر سید لیاقت پیراں	ٹرسٹی
(5)	جناب خلیل مامون	ٹرسٹی
(6)	جناب عزیز اللہ بیگ	ٹرسٹی
(7)	جنابہ شائستہ یوسف صاحبہ	ٹرسٹی

اغـــراض ومقاصد

۱۔ اسلوب تصوف پر عوام میں چرچہ کرنا۔

۲۔ تصوف کی روایات اور تعلیمات کا بغرض باہمی اتحاد واتفاق و اخوت عوام کو بہرور کرنا۔

۳۔ اہل تصوف کے سوانح حیات اوران کے اقوال پر کتب کا شائع کرنا۔

۴۔ صوفی مسلک پر سمینار اور تقاریر کا اہتمام کرنا۔

۵۔ جملہ اہل تصوف اور اسلوب تصوف سے منسلک اصحاب کا اجتماع بغرض عالمی برادرانہ اخوت کو منعقد کرنا

قیمت فی رسالہ 25 روپے

قیمت سالانہ 100 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مختلف بزرگوں نے اپنے تجربات سے قربِ خداوندی ومعرفتِ الٰہی حاصل کرنے کے جو متعدد راستے معین فرمائے ہیں انہیں طریق یا طریقت کہتے ہیں۔ یوں تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے ان گنت راستے بتلائے جاتے ہیں لیکن حق تبارک وتعالےٰ نے اپنی راہ معرفت دین اسلام کی پیروی انبیائے کرام وصدیقین وشہداء وصالحین کے اختیار کردہ راستہ کو مختص فرمایا ہے۔ تحقیق وشواہد سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صراط مستقیم پر گامزن وہ واحد جنتی اور نجات یافتہ فرقہ صرف اور صرف اہلسنت الجماعت ہے جس کی بنیاد محبت رسول وآل رسول اور عقیدت صحابۂ کرام پر قائم ہے اور جس کا سلسلہ فیضان اولیاء اللہ وصوفیا کے ذریعہ جاری ہے۔ علمائے حق اور ذمہ داران وخادمان درگاہ اولیاء کرام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس تعلیم کو عام کرے اور برادران اسلام کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں اور صراط مستقیم پر چل سکیں اور اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر درگاہ میں جہاں جہاں گنجائش ہو دینی مدارس قائم کریں تاکہ ان بزرگان دین کے صدقہ وطفیل سے عام مسلمان صحیح دین اسلام سے آشناء ہوسکیں۔ مجھے امید ہے کہ جو بھی اس کار خیر میں قدم اٹھائے گا انہیں ان بزرگوں کی مدد ضرور حاصل ہوگی۔ یہ وقت حاضرہ کی ضرورت ہے۔ بارگاہ ایزدی میں دعاء گو ہیں کہ ہم کو صالحین کے راہ پر چلائے اور معرفتِ دین اسلام سے مالا مال کرے۔ آمین

خاکپائے اولیاء کرام

اے اے خطیب

چیف اڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

از: الحاج سرور علی شاہ قادری سروری

تو ہے ابتدا تو ہے انتہا تری شان جلّ جلالہٗ
تو تمام خلق کا آسرا تری شان جلّ جلالہ
تری مثل ہے نہ نظیر ہے نہ ترے مشابہ ہے کوئی شئے
کہوں کس زباں سے تری ثنا تری شان جل جلالہ
تو گلاب وسرو میں ہے نہاں، تو ہے مہر وماہ میں ضوفشاں
ہے ہر اک شئے میں تری ضیاء، تری شان جلّ جلالہٗ
جو بھی زندگی میں ہمیں ملا ترے فضل ہی سے ہوا عطا
ترا شکر کیسے کریں ادا، تری شان جلّ جلالہٗ
وہ نبی ترا ترا مصطفیٰ مرا مرتضیٰ مجتبیٰ
وہ ہے تیری سب سے بڑی عطا، تری شان جلّ جلالہٗ

☆☆☆

عشق کا راز ہے فنا فی اللہ حسن کا ساز ہے بقا باللہ
عشق کا راز ہے سرورِ دل حسن کا ناز ہے حضورِ دل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت جامی قدس سرہ السامی کی

معروف فارسی نعت شریف کا منظوم ترجمہ

اردو	فارسی
نسیما جب بھی بطحا میں گزر کر	نسیما بجانب بطحا گزرکن
میری حالت کو آقا کو خبر کر	زاحوالم محمدؐ را خبر کن
میری مشتاق جاں لے جاکے اس جا	ببر ایں جان مشتاقم بہ آں جا
نثارِ گنبدِ خیر البشر کر	فدائے روضۂ خیر البشر کن
تم ہی سلطاں ہو عالم کے محمدؐ	توئی سلطان عالم یا محمدؐ
کرم فرماؤ دامن میرا بھی کر	ز روئے لطف سوئے من نظر کن
وہی یارب کرم باردگر کر	خدا یا ایں کرم بارِ دگر کن

حضرت حسان بن ثابتؓ کے مشہور نعتیہ اشعار کا منظوم ترجمہ

تجھ سا حسین کوئی اس آنکھ نے نہ دیکھا
تجھ سا جمیل کوئی اب تک ہوا نہ پیدا
پیدا کیا خدا نے ہر عیب سے مبرا
پیدا ہوا ہے ایسا جیسا کہ تو نے چاہا

(ماخوذ صوفی اعظم حیدر آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیات قرآنی: شان حبیب الرحمٰن

از:......حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی مدظلہ بدایونی

آیت۳۳: وَمَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمیٰ (پارہ۹سورۂ انفال رکوع۲) اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی ہم نے پھینکی۔ یہ آیت کریمہ بھی حضور اقدس علیہ السلام کی صریح نعت ہے۔ اولاً غور کرنا چاہئے کہ اس میں کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے اس میں نعت کس طرح ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ جنگ بدر جو سنہ۲ھ میں واقع ہوئی اس میں کفار مکہ بہت ساز و سامان کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے آئے اور اہل مدینہ کے پاس سوائے اللہ کی مدد اور رسول علیہ السلام کی برکت کے اور کچھ بھی نہ تھا کفار تقریباً ایک ہزار تھے اور مسلمان تین سو تیرہ۔ کفار کے پاس ہر طرح کے کھانے پینے کے سامان مگر مسلمانوں کے منہ میں دن بھر روزہ اور رات میں آیات قرآن کفار کے پاس تیر تلوار، نیزے، بھالے، مسلمانوں کے پاس خرمیہ کی لکڑیاں۔ بدن پر کپڑے پھٹے ہوئے اور پاؤں میں چھالے، کفار کے لشکر میں گانے والوں کے گانے اور باجوں کے نغمے، اور مسلمانوں کی طرف آیات قرآنی اور تکبیر کے کلمے، رات کے وقت کفار شراب میں مخمور، مسلمان نشۂ ذکر الٰہی اور شراب محبت میں چور، غرضیکہ ادھر شیطان کا لشکر ادھر رحمٰن کا لشکر۔

مسلمانوں کی اس ظاہری حالت کو دیکھ حضور علیہ السلام نے سجدہ میں سر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ خدایا اس وقت روئے زمین پر تیری سچی عبادت کرنے والی صرف مسلمانوں کی بے سروسامان چھوٹی سی جماعت ہے اگر آج تو نے ان کی امداد نہ فرمائی کہ اس جگہ شکست کھا کر ہلاک ہوگئی تو دنیا میں تیرا سچا نام لیوا کوئی بھی نہ رہے گا اور اس قدر گریہ وزاری فرمائی کہ اس جگہ کی کنکریاں حضور علیہ السلام کے آنسوؤں سے تر ہوگئیں پھر سجدے سے سر اٹھایا اور ایک مٹھی خاک

لے کر لشکر کفار کی طرف پھینکی۔ وہ اللہ جانے ایک مشت خاک تھی یا ابابیل کی کنکریاں تھیں کہ تمامی کافروں کی آنکھوں میں پہنچ گئیں اور وہ کافر آنکھیں ملتے ہوئے رہ گئے۔

بعد میں اللہ کے فضل سے مسلمانوں کی اس تھوڑی سی جماعت نے کافروں کے اس سازوسامان والے لشکر پر ایسی فتح پائی کہ جس کا آج تک ذکر چلا آ رہا ہے، بڑے بڑے سرداران قریش کفار اس جنگ میں مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے۔

یہ تو واقعہ تھا جس کا اس آیت پاک میں ذکر ہوا ہے اب آیت کیا فرما رہی ہے؟ یہ فرما رہی ہے کہ اے محبوب علیک السلام وہ واقعہ جب کہ آپ نے ایک مشت خاک کفار کی طرف پھینکی، اور سب کی آنکھوں میں پہنچ گئی۔ اے پیارے تم نے نہ پھینکی، بلکہ تمہارے رب نے پھینکی تھی۔ یعنی ہاتھ تو تمہارے تھے مگر کام ہمارا تھا۔

حضور علیہ السلام کے ایک کام کو رب نے ایسا پسند فرمایا کہ فرما دیا تم نے یہ کام کیا ہی نہیں تھا بلکہ ہم نے کیا تھا اس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک تو یہ کہ تصوف کا اعلیٰ درجہ ہے فنا فی اللہ، جب بندہ فنا فی اللہ اور باقی باللہ ہو جائے اور دیکھنے میں تو وہ اپنی شکل میں ہو مگر عشق الٰہی اس کی رگ رگ میں اس طرح سرایت کر جاوے کہ اس کے ہر کام کو رب کی طرف منسوب کیا جاوے جس طرف مولانا روم اشارہ فرماتے ہیں۔

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود　　گر چہ از حلقوم عبداللہ بود

یعنی جب وہ کلام کرتا ہے تو زبان عبداللہ کی ہوتی ہے اور کلام اللہ کا ہوتا ہے۔

چوں روا باشد انا اللہ از درخت　　کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت

دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کلام الٰہی سے مشرف ہونے کو طور پر گئے تھے تو ایک درخت سے آواز آئی تھی وَنُوْدِیَ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنْ یَامُوْسیٰ اِنِّی اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کہ اے موسیٰ میں ہوں پروردگار عالم، تو کیا یہ درخت کی آواز تھی یا درخت کہہ رہا تھا کہ میں اللہ ہوں ہرگز نہیں، بلکہ رب کا کلام تھا درخت اس کا مظہر۔

اسی طرح ایک کوئلہ آگ میں رکھا گیا، آگ نے ایسی تاثیر کی کہ کوئلہ بھی آگ بن گیا اب جس چیز کو یہ انگارا چھو جاوے جلا دے۔ اسی طرح ایک شخص کو جن نے چھو لیا ہے اب وہ جنوں کی حالت میں جو بولتا ہے کہ میرا یہ نام ہے میں فلاں جگہ کا جن ہوں اور مجھ میں یہ طاقت ہے، کیا یہ اس آدمی کی بات ہے؟ نہیں بلکہ زبان تو اس انسان کی ہے اور جسم تو اس کوئلہ کا ہے مگر کلام اور کام اس کا

ہے جس نے اس میں سرائیت کی۔

یہ تو مثال تھی اب سمجھو کہ اس درجہ میں قدم رکھ کر بعض عارفین اَنَا اللّٰہُ یَاسُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ وغیرہ وغیرہ بول جاتے ہیں۔ یہ کلام ان کا نہیں ہوتا۔ زبان ان کی ہے کلام کسی اور کا ہے یہ ہی فرق ہے فرعون اور حضرت منصور میں کہ فرعون نے جب کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا بڑا رب ہوں کافر ہوا کیونکہ در میں تھا اور پھر رب بنا، مگر حضرت منصور نے جب کہا اَنَا الْحَقّ یعنی میں حق ہوں تب وہ اپنی انانیت فنا کر چکے تھے، تو ہی تو میں فنا ہو گئے تھے۔

مگر لطف یہ ہے کہ یہاں تو منصور نے کہا انا الحق میں حق ہوں واجب القتل ہوئے مگر یہ ضبط مصطفٰے ہے کہ اپنے پر اتنا قابو رکھتے ہیں کہ ہر دم اَنَا الْعَبْد ہی فرماتے ہیں میں عبداللہ ہوں ہاں رب فرماتا ہے کہ اے محبوب تم فنافی اللہ کے اس درجہ میں ہو کہ تمہارا کلام اور کام سب ہمارا ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تجلی صفات الٰہی دیکھی اور بے ہوش ہو گئے۔ مصطفٰے کی آنکھوں کے قربان کہ تجلی ذات دیکھ کر بھی معراج میں تبسم ہی فرما رہے ہیں۔

موسیٰ زہوش رفت بہ یک پرتو صفات   تو عین ذات مے نگری در تبسمی

رب تعالٰی نے صرف اسی آیت میں یہ نہ فرمایا بلکہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیارے جو تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے (سورۂ فتح) ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہمارے نبی اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں ان کا کلام وحی الٰہی ہوتی ہے (سورۂ نجم پارہ ۲۷) دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کسی کلام یا حضور کی کسی چیز کی توہین کرے وہ کافر ہے کیونکہ یہ در پردہ رب کی توہین ہے اگر کوئی شخص صدہا سال تک عبادت کرتا رہے متقی ہو پرہیز گار ہو، مولوی ہو، پیر ہو، دنیا دار ہو مگر کبھی کسی موقع پر نعلین پاک مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر دے تو اس کی تمام عبادات ضبط ہو گئیں اور وہ مرتد و کافر ہو گیا۔ (دیکھو شفا شریف اور ردالمختار وغیرہ) بلکہ دیکھو قرآن مجید اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ مولیٰ تعالٰی اس بارگاہ کا ادب نصیب فرما دے آمین۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِہٖ وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

آیت ۳۴۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (پارہ سورۂ انفال، رکوع ۳) اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول

تم کواس چیز کے لئے بلائیں جوتم کو زندگی بخشے۔

یہ آیت کریمہ نعت پاک محبوب علیہ السلام کے پھولوں کا ایک گلدستہ ہے اس میں بہت طریقوں سے حضور کی نعت شریف ثابت ہے اولاً اس طرح کہ رب العالمین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بارگاہ میں رہنے کا ادب سکھایا، خود حضور علیہ السلام سے نہ فرمایا کہ آپ ان کو اپنا ادب سکھاؤ بلکہ خود رب نے سکھایا اے مسلمانو! اس درگاہ عالی میں رہنے کا ادب یہ ہے کہ اگر تم کو کسی وقت ہمارے محبوب پکاریں تو تم کسی حال میں بھی ہو نماز میں ہو، کسی وظیفہ میں مشغول ہو یا گھر کے کسی کام میں ہو جس حال میں ہو تمام کاروبار چھوڑ کر فوراً بارگاہ مصطفےٰ میں حاضر ہو جاؤ۔ بالکل دیر نہ لگاؤ اب صحابہ کرام کا عمل دیکھنا چاہئے کہ انہوں نے کس طرح اس پر عمل کیا۔ ایک صحابی اپنی بیوی سے جماع کر رہے تھے کہ دروازے پر حضور نے آواز دی اسی طرح بغیر انزال کے اپنی بیوی سے علیحدہ ہو کر فوراً حاضر بارگاہ ہو گئے فرمایا لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاكَ شاید ہم نے تم کو جلدی میں ڈال دیا عرض کیا کہ ہاں فرمایا جاؤ غسل کرلو (دیکھو طحاوی باب الغسل) اس سے یہ مسئلہ فقہا ثابت کرتے ہیں کہ جو شخص عورت سے جماع کرے اور بغیر انزال علیحدہ ہو جاوے اس پر غسل واجب ہے۔ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کا نکاح ہوا پہلی رات تھی بیوی کے پاس گئے، ابھی غسل نہ کیا تھا کہ حکم رسول اللہ پہنچا کہ چلو جنگ کے لئے بغیر غسل کئے ہوئے گئے اور وہاں شہید ہو گئے۔ جب تمام لاشوں میں سے ان کی لاش نکالی گئی تو ان کے جسم سے پانی ٹپک رہا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے اس لئے ان کے غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔

حضرت ابی ابن کعب نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور علیہ السلام نے آواز دی، جلدی سے نماز کو پورا فرما کر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم کو حاضری میں دیر کیوں ہوئی عرض کیا نماز میں تھا، فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی، اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ جس سے معلوم ہوا کہ نمازی پر لازم ہے کہ نماز چھوڑ کر حضور کے بلانے پر حاضر ہو جاوے۔ بہت سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ نمازی بحالت نماز حضور کی خدمت میں بلانے پر حاضر ہو جاوے جو خدمت فرمادیں اس کو پورا کرے پھر بھی نماز ہی میں ہے (دیکھو قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورۂ حجر) اور یہ بات ہے بھی ٹھیک کیونکہ اگر اس نمازی نے کلام کیا تو کس سے کیا؟ ان سے کیا جن کو نماز میں سلام کرنا واجب ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اگر کسی اور کو سلام کرتا تو نماز جاتی رہتی اگر کعبہ سے سینہ پھرا تو کس طرف پھرا؟ ادھر جو کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔

شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا اور پروانے ہیں ہوتے ہیں جو کعبہ پہ نثار

اگر چلا تو کدھر چلا؟ بارگاہِ مصطفےٰ کی طرف جو عین عبادت ہے۔ پھر نماز کیوں جاوے۔ اگر نماز میں کسی کا وضو جاتا رہے تو اس کو جائز ہے کہ پانی کی طرف جاوے چلے بھی کعبہ سے، سینہ بھی پھر جاوے عمل کثیر بھی کرے مگر نماز ہی میں رہتا ہے تو حضور علیہ السلام رحمت الٰہی کا دریا ہیں۔ آپ کی طرف جانا نماز کو کیوں فاسد کرے۔

اگر امنوا کے معنی کئے جاویں، کہ اے میثاق کے دن ایمان لانے والو! تو اس امر میں کفار بھی داخل ہیں بلکہ ساری مخلوق پر آپ کی اطاعت واجب ہے۔

ارشاد ہوا ، سورج لوٹا پایا جو اشارہ چاند چرا
بادل رم جھم رم جھم برسا جب حکم حبیب خدا پایا

سب نے آپ کی اطاعت کی (دیکھو مشکوۃ باب المعجزات) درخت بھی آپ کے بلانے پر آ گئے۔ بیان عظمت کے لئے یہ آیت قرآن میں باقی رکھی گئی۔ ورنہ اب ظاہری دعوت نہیں ہے یا بالواسطہ بلانا مراد ہے۔

مسئلہ: چند صورتوں میں نماز توڑ دینا جائز ہے اگر نمازی نماز میں اپنا چار آنے کا نقصان ہوتا دیکھے تو نماز توڑ سکتا ہے کسی مسلمان کی مصیبت دور کرنے کے لئے نماز توڑ سکتا ہے نمازی نے دیکھا کہ نابینا کنوئیں میں گرا جا رہا ہے تو نمازی نماز توڑ کر اس کو ہٹا لے۔ اگر نفل نماز میں اس کو ماں پکارے اور ماں کو خبر نہ ہو کہ میرا بیٹا نماز پڑھ رہا ہے تو نمازی نماز توڑ کر اس کو جواب دے۔ کسی نے فرض نماز تنہا شروع کی تھی کہ جماعت کی تکبیر ہوگئی۔ یہ نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جاوے (روح البیان یہ ہی آیت اور شامی جلد اول باب ادراک الفریضہ) مگر ان تمام صورتوں میں نماز قضا کرنی ہوگی۔

لطیفہ: رب تعالیٰ نے دو بلانے والوں کا ذکر فرمایا، اللہ اور رسول اللہ کا اور یہ ظاہر ہے کہ بلا واسطہ اللہ تو کسی کو پکارتا نہیں اور نہ کسی کے کان میں اللہ کی آواز آوے تو لامحالہ رسول اللہ ہی پکاریں گے ان کا پکارنا خدا کا پکارنا ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا اذا دعاکم واحد کے صیغہ سے۔

اس آیت میں فرمایا گیا لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ نبی کریم علیہ السلام تم کو زندگی بخشتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مردہ کو زندہ، زندہ کے دل کو جان کو، خیالات کو زندہ فرمانے والے ہیں اور کیوں نہ ہو حضرت جبرئیل گھوڑی پر سوار ہو کر غرق فرعون کے لئے گھوڑے کے آگے ہو گئے، اس

گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی اس جگہ گھاس اگ آتی تھی ۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا سامری، اس نے یہ خاک اٹھالی اور غرق فرعون کے بعد یہ خاک سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی تو اس سونے کے بچھڑے میں جان پیدا ہوگئی۔ حضرت جبرئیل کا جسم لگا گھوڑے سے، گھوڑے کا خاک سے اور خاک پڑی بے جان بچھڑے کے منہ میں وہ زندہ ہو گیا اسی لئے ان کو روح الامین کہتے ہیں، کیونکہ ان سے روح ملتی ہے اور حضور علیہ السلام کی نظروں میں ہزار ہا جبرئیلی طاقتیں ہیں تو ان کے شارے سے مردے بھی زندہ کیوں نہ ہوں۔ مثنوی شریف میں ہے۔

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر　　بہر حق سوئے غریباں یک نظر

مدارج النبوۃ میں بہت سے ایسے واقعات لکھے ہیں جن میں حضور علیہ السلام نے مردوں کو زندہ فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر حضور علیہ السلام کی دعوت تھی، انہوں نے بکری ذبح کی ان کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو ذبح کر دیا۔ اور ذبح کر کے والد کے ڈر سے چھت پر بھاگ گیا۔ وہاں سے پاؤں پھسلا تو وہ بھی مر گیا۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے دونوں بچوں کی نعشوں کو چھپا دیا تا کہ دعوت میں حرج نہ ہو۔ جب کھانے پر سرکار نے تشریف رکھی تو فرمایا کہ جابر اپنے بچوں کو بلاؤ ہم ان کے ساتھ کھانا کھائیں گے حضرت جابر نے سارا واقعہ عرض کیا۔ تب حضور نے ان کو زندہ فرمایا اور ساتھ کھانا کھلایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ایک دعوت میں دستر خوان سے حضور علیہ السلام نے ہاتھ مبارک پونچھ لیا اس کے بعد جب کبھی وہ دستر خوان میلا ہو جاتا تھا تو اس کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے وہ اس میں نہ جلتا تھا بلکہ صاف ہو جاتا تھا (مثنوی شریف) ایک جگہ دعوت میں حضور علیہ السلام تشریف لے گئے بکری ذبح کی گئی۔ فرمایا کہ گوشت تو آپ لوگ کھالو مگر ہڈی نہ توڑنا کھانا کھا کر ان ہڈیوں کو جمع فرما کر دعا کی وہ بکری دوبارہ زندگی ہوگئی (مدارج المعجزات) غرض کہ جانوروں کو، انسانوں کو، پتھروں کو، لکڑیوں کو جان بخشی ہے کنکروں کو جاں بخش کر کلمہ پڑھوالیا۔ لکڑی فراق میں روئی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف مردہ انسانوں کو زندہ کیا مگر حضور علیہ السلام نے ان بے جان چیزوں میں جان بخشی یہ ہیں معنی اس آیت کے کہ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الایمـــــان

حدیث

باب۸۳: نبی اکرم ﷺ کا اپنی شفاعت کی دُعا کو اپنی امّت کی خاطر روزِ قیامت کے لیے محفوظ رکھنا:

۱۲۱......حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کی ایک (مقبول) دُعا ہوتی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا تو) اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں۔

اخرجه البخاری فی: کتاب التوحید باب ۳۲ فی المشیة والارادة

۱۲۲......حدیث انس رضی اللہ عنہ، حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی نے ایک سوال مانگا یا آپؐ نے فرمایا: ہر نبی کو ایک دُعا کا اختیار دیا گیا ہے جو ہر ایک نے مانگ لی اور قبول ہو گئی لیکن میں نے اپنی دُعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر لی ہے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب الدعوات باب ۱ لکلّ نبی دعوة مستجابة

باب۸۷: اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ''

۱۲۳......حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے: جب اللہ تعالیٰ نے آیۂ کریمہ: وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴ الشعرء﴾ ''اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ'' نازل فرمائی تو نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر (خطبہ دیا) اور فرمایا: اے گروہ قریش! (یا اسی طرح کے کچھ اور الفاظ فرمائے) اپنی جانوں کو (جہنم سے) بچالو، میں تم کو عذاب الٰہی سے ذرا بھی نہ بچا سکوں گا۔ اے عبد مناف! میں تم کو اللہ کی گرفت سے ذرا بھی نہ بچا سکوں گا۔ اے عباسؓ بن عبد المطلب! میں آپ کو اللہ کی گرفت سے ذرا بھی نہ بچا سکوں گا۔ اے صفیہؓ رسول اللہ کی پھوپھی!

میں آپ کو بھی اللہ کی گرفت سے ذرا بھی نہ بچاسکوں گا۔ اور اے فاطمہؓ میری بیٹی! تم مجھ سے میرے مال میں سے جو چاہے لے لو مگر میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے تمھیں ذرا بھی نہ بچاسکوں گا۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۵۵ ابو مایا: باب ۱۱ حل ید خل النساء و الوله فی الاقارب

۱۲۴...... **حدیث** ابن عباس رضی اللہ عنہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں، جب وہ آیت نازل ہوئی جس کا مفہوم یہ ہے ''اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنے قبیلہ کے منتخب یعنی خاص خاص افراد کو ڈراؤ'' تو رسول کریم ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور کوہ صفا پر چڑھ کر آپؐ نے بلند آواز سے پکارا: یا صباحاہ (خبردار! ہوشیار!) یہ آواز سن کر لوگ حیران ہوئے کہ کون شخص ہے جو خبردار کر رہا ہے اور آپؐ کے گرد جمع ہونے لگے۔ جب لوگ آ گئے تو آپؐ نے فرمایا: مجھے بتاؤ! اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ سواروں کا ایک دستہ اس پہاڑ کے دامن کی اوٹ سے نکلنے (اور تم پر حملہ ہونے) والا ہے، تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے جواب دیا: ہم نے کبھی آپؐ کی کوئی بات جھوٹی نہیں پائی۔ آپؐ نے فرمایا: تو میں تمھیں مستقبل کے یقینی اور سخت ترین عذاب سے متنبہ کرتا ہوں۔ ابولہب کہنے لگا: خرابی اور ہلاکت ہو آپؐ کے لیے (العیاذ باللہ) کیا محض اسی بات کے لیے آپؐ نے ہم سب کو بُلایا اور جمع کیا تھا؟ یہ کہنے کے بعد وہ اٹھ کر چلا گیا۔ اسی کے بارے میں سورۂ لہب (تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ) نازل ہوئی۔

باب ۸۸: نبی اکرم ﷺ کا ابوطالب کی شفاعت فرمانا اور آپؐ کی شفاعت سے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کا ہونا

۱۲۵...... **حدیث** عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: حضرت عباسؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ: کیا آپؐ نے اپنے چچا ابوطالب کو کچھ نفع پہنچایا؟ کیونکہ وہ آپؐ کی حمایت و حفاظت کرتے تھے اور آپؐ کی خاطر مخالفوں پر غضب ناک ہوا کرتے تھے، آپؐ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک آگ میں ہوں گے اور اگر میں ان کی شفاعت نہ کرتا تو وہ دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۶۳ مناقب الانصار : باب ۴۰ قصة ابی طالب

۱۲۶...... **حدیث** ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ: حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے آپؐ کے چچا ابوطالب کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

''اُمید ہے قیامت کے دن میری شفاعت انھیں کچھ فائدہ پہنچائے، اور وہ جہنم کے اُوپر

کے حصہ میں رکھے جائیں جہاں آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی، جس کے اثر سے ان کا دماغ کھولنے لگا۔"

اخرجه البخاری فی کتاب: ٦٣ مناقب الانصار : باب ٤٠ قصة ابی طالب

باب ۸۹: دوزخیوں میں سب سے کم عذاب والا

۱۲۷:...... **حدیث** نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ: حضرت حضرت نعمانؓ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے ہلکے عذاب والا شخص وہ ہوگا جس کے تلوے کے نیچے آگ کا انگارہ رکھ دیا جائے گا اور اس کے اثر سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

اخرجه البخاری فی کتاب ٨١ الرقاق باب ٥١ صفة الجنة النار

باب ۹۱ : مومنوں کو مومنوں سے دوستی رکھنی چاہیئے اور غیروں سے قطع تعلق اور بیزاری کا اعلان کرنا چاہیئے

۱۲۸...... **حدیث** عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: حضرت عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اکرم ﷺ کو خفیہ طریقے سے نہیں بلکہ علی الاعلان فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابوفلاں کی اولاد میرے دوست نہیں ہیں' بلاشبہ میرا دوست تو اللہ تعالیٰ اور مومنوں میں سے وہ لوگ ہیں جو نیک ہیں لیکن ان سے (آل "ابوفلاں سے") میری رشتہ داری ہے اس لیے میں ان کے ساتھ حسب ضرورت سلوک کرتا ہوں۔

اخرجه البخاری فی کتاب ٧٨ الادب باب ١٤ بيد الرحم ببلا لها

باب ۹۲: اس بات کا ثبوت کہ مسلمانوں میں سے کچھ گروہ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے اور عذاب سے بھی محفوظ رہیں گے۔

۱۲۹...... **حدیث** ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری اُمت میں سے ستّر ہزار افراد پر مشتمل ایک جماعت جب جنت میں داخل ہوگی تو ان کے چہرے چودھویں کے چاند کے مانند چمک رہے ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت عکاشہؓ بن محصن اسدی اپنی چادر سمیٹے ہوئے اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں

شامل فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! عکاشہؓ کو ان میں شامل فرمالے۔

اس کے بعد انصار میں سے ایک اور شخص اٹھا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے بھی دعا کیجئے، اللہ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: دعا کے سلسلہ میں عکاشہؓ تم پر سبقت لے گیا۔

اخرجه البخاري في: كتاب ٨١ الرقاق: باب ٥٠ يدخل الجنة سبعون الفاً بغير حساب

۱۳۰...... **حدیث** سہل بن سعد رضی اللہ عنہ: حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ستّر ہزار یا سات لاکھ (راوی کو ٹھیک سے یاد نہیں کہ آپؐ نے تعداد کیا بیان فرمائی تھی) جنت میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے اس طرح داخل ہوں گے کہ جب تک ان میں کا آخری شخص جنت میں داخل نہ ہولے گا اس وقت تک پہلا بھی اندر نہ جائے گا۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کے مانند روشن ہوں گے۔

اخرجه البخاري في: كتاب ٨١ الرقاق: باب ۵۱ صفة الجنّة و النّار

۱۳۱...... **حدیث** ابن عباس رضی اللہ عنہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے اُمتیں پیش کی گئیں پھر جب انبیاءؑ میرے سامنے سے گزرنے لگے تو ان میں سے کسی نبی کے ساتھ صرف ایک شخص تھا اور کسی اور کے ساتھ دو شخص اور کسی نبی کے ساتھ ایک مختصر گروہ تھا' ان میں ایسے نبی بھی تھے جن کے ساتھ ایک شخص بھی نہ تھا۔ پھر میں نے ایک جم غفیر دیکھا جو پورے افق پر پھیلا ہوا تھا مجھے توقع ہوئی کہ یہ میری امت ہوگی لیکن کہا گیا: یہ حضرت موسیٰؑ اور ان کی امت ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر اور اُدھر (دائیں اور بائیں) دیکھئے! چنانچہ میں نے (ہر طرف) دیکھا تو (ان اطراف میں بھی یہی حال تھا) تا حد نگاہ پورا افق ان کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپؐ کی امت ہے اور ان میں ستّر ہزار ایسے ہیں جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ (اس گفتگو کے بعد) لوگ منتشر ہو گئے اور ان پر صورت حال واضح نہ ہو سکی چنانچہ صحابہ کرامؓ آپس میں مختلف باتیں کرتے رہے، کسی نے کہا کہ ہم تو شرک کی حالت میں پیدا ہوئے تھے اگرچہ بعد میں ہم اللہ و رسولؐ پر ایمان لائے لیکن یہ لوگ (بلا حساب جنت میں داخل ہونے والے) ہماری اولاد ہونگے۔ ان باتوں کی اطلاع جب نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو

شگون بدلیتے ہیں نہ جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ (ٹونے ٹوٹکے کے طریقے پر) داغ وغیرہ سے علاج کراتے ہیں' صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت عکاشہؓ بن محصن اٹھے اور دریافت کیا: یارسول اللہؐ! کیا میں ان لوگوں میں شامل ہونگا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں تم ان میں سے ہوگے۔ پھر ایک شخص اٹھے اور دریافت کیا: کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپؐ نے ارشادف فرمایا: عکاشہ تم پرسبقت لے گئے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ٧٦ الطب : باب ٤٢ من لمّ يرق

١٣٢: حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک موقع پر) ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک خیمہ میں تھے (اسی حالت میں) آپؐ نے فرمایا: کیا تم لوگ اس بات پر خوش ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہوگے؟ ہم نے عرض کیا: ہاں! آپؐ نے مزید فرمایا: کیا تم اس پر خوش ہو کہ تم جنت والوں کا ایک تہائی ہوگے؟ ہم نے عرض کیا: ''ہاں'' آپؐ نے فرمایا: کیا تم اس پر خوش ہو کہ تم جنت کا نصف حصہ ہوگے؟ ہم نے عرض کیا: ''ہاں'' آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے' میں توقع کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کے نصف ہوگے کیونکہ جنت میں صرف وہ شخص داخل ہوگا جس نے اپنے نفس کو مسلمان بنالیا اور اہل شرک کے مقابلے میں تمھاری مثال ایسی ہے جیسے سیاہ بیل کی کھال میں کوئی ایک سفید بال ہو یا سرخ بیل کی کھال پر ایک آدھ سیاہ بال ہو۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ٨١ الرقاق : باب ٤٥ كيف الحشر

باب ٩٤: روز قیامت اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ سے کہے گا: ہر ایک ہزار افراد میں سے نو سو ننانویں جہنم میں بھیجے جانے کے لیے علحدہ کر لو۔

١٣٣...... حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ: حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (روز قیامت) اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ سے فرمائے گا: اے آدمؑ! آدم علیہ السلام عرض کریں گے: میں حاضر ہوں' اطاعت گزار ہوں' ہر بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جہنم میں بھیجنے کے لیے لوگوں کو الگ کرلو۔ حضرت آدمؑ دریافت کریں گے: جہنم میں بھیجے جانے والے کس قدر ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ آپؐ نے فرمایا: یہی وہ وقت ہوگا جب بچہ بوڑھا ہوجائے گا اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور لوگوں کی حالت ایسی ہوگی گویا وہ

نشے میں ہیں حالانکہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ یہ کیفیت اللہ کے سخت عذاب کے اثر سے ہوگی۔

یہ ارشاد سن کر صحابہ کرامؓ سخت پریشان ہو گئے اور کہنے لگے: یارسول اللہؐ! اس ہزار میں سے ایک جو جنت میں جائے گا ہم میں سے کون ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: تم خوش ہو جاؤ کہ جہنم میں جانے والوں میں ہزار یاجوج ماجوج ہوں گے اور ایک تم میں سے ہوگا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں توقع کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا ایک تہائی ہوگے۔ راوی کہتے ہیں: یہ سن کر ہم نے اللہ کی حمد وثنا کی اور اللہ اکبر کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا نصف حصہ ہوگے، دوسری امتوں کے مقابلے میں تمھاری مثال ایسی ہے جیسے سیاہ بیل کی کھال میں ایک سفید بال، یا گدھے کے بازو میں سفید داغ۔

اخرجه البخاری فی کتاب ۸۱ الرقاق: باب ٤٦ قوله عزّ و جل (اِن زلزلة الساعة شی عظیم)

☆☆☆☆☆☆☆

روح کی پرورش اور ترقی

انسان جسم اور روح کا بنا ہوا ہے۔ اس کی پرورش اور ترقی کے لئے دونوں کو غذا کی ضرورت ہے جسم کی غذا کھانا پینا ہے اور روح کی غذا عبادت اور اذکار ہیں۔ ہمیں جسم کی غذا کا علم اور احساس ہے ہم یہ جانتے ہیں کہ اس کی بقا کے لئے کم از کم کتنی کیلوری حرارت چاہئے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ اگر جسم کو غذا مہیا نہ کی جائے تو وہ کمزور، بیمار اور آخر میں مردہ ہو جاتا ہے جس طرح بداعمالیوں اور گناہوں سے انسان روحانی بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے، عبادت سے روحانی بیماریوں کو شفا ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ زندہ کے مانند ہے اور جو ذکر نہیں کرتا وہ "مردہ" ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو جاتی ہے وہ مردہ قوم کی طرح ہے اور ایسی قوم سے بڑی امید وابستہ کرنا حماقت ہے، جب تک ایسے معاشرہ کی بھرپور اصلاح نہ کی جائے۔ (ماخوذ تحفۂ قرب الٰہی، حکیم محمد مسلم احمد الفصیحی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرۃ الاولیاء

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

از:........................ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ

تعارف: آپ سلطان معرفت اور بحر توحید کے شناور تھے اور عبادت و ریاضت سے مشہور زمانہ ہوئے لیکن اہل معرفت ہمیشہ آپ کو بے دین کہہ کر آپ کی بزرگی کی عظمت سے منکر رہے اور آپ نے بھی کبھی کسی پر اپنے اوصاف کے اظہار کی زحمت نہ فرمائی جس کی وجہ سے تاحیات آپ کے حالات پر پردہ پڑا رہا۔

آپ کے تائب ہونے کا واقعہ عجیب وغریب ہے اور وہ یہ کہ کسی شخص نے آپ کو اطلاع پہنچائی کہ فلاں مقام پر ایک نوجوان عابد ہے اور جب آپ اس سے نیاز حاصل کرنے پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک درخت پر الٹا لٹکا ہوا اپنے نفس سے مسلسل یہ کہہ رہا ہے کہ جب تک تو عبادت الٰہی میں میری ہم نوائی نہیں کرے گا میں تجھے یوں ہی اذیت دیتا رہوں گا حتیٰ کہ تیری موت واقع ہو جائے۔ یہ واقعہ دیکھ کر آپ کو اس پر ایسا ترس آیا کہ آپ نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا اور مزاج پرسی کی اس نے بتایا کہ چونکہ یہ بدن عبادت الٰہی پر آمادہ نہیں ہے اس لئے یہ سزا دے رہا ہوں۔ آپ نے کہا کہ مجھے تو یہ گمان ہوا کہ شاید تم نے کسی کو قتل کر دیا ہے یا کوئی گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تمام گناہ مخلوق سے اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے مخلوق سے رسم وراہ کو بہت بڑا گناہ تصور کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو واقعی بہت بڑے زاہد ہو اس نے جواب دیا کہ اگر تم کسی بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے پہاڑ پر جا کر دیکھو چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو ایک نوجوان کو دیکھا کہ جس کا ایک پیر کٹا ہوا باہر پڑا تھا اور اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بنا جب آپ نے یہ صورت حال معلوم کی تو اس نے بتایا کہ ایک دن میں اسی جگہ مصروف عبادت تھا کہ ایک خوبصورت عورت سامنے سے گزری جس کو دیکھ کر میں فریب شیطان میں مبتلا ہوا اس کے نزدیک

پہنچ گیا اس وقت ندا آئی کہ اے بے غیرت! تیس سال خدا کی عبادت و اطاعت میں گزرا کر آج شیطان کی عبادت کرنے چلا ہے۔ لہٰذا میں نے اسی وقت اپنا ایک پاؤں کاٹ دیا کہ گناہ کے لئے پہلا قدم اسی پاؤں سے بڑھایا تھا پھر بتایئے کہ آپ مجھ گناہ گار کے پاس کیوں آئے اور اگر واقعی آپ کسی بڑے زاہد کی جستجو میں ہے تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جایئے لیکن جب بلندی کی وجہ سے آپ کا پہنچنا ناممکن ہو گیا تو اس نوجوان نے خود ہی ان بزرگ کا قصہ شروع کر دیا اس نے بتایا کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں ان سے ایک دن کسی نے یہ کہہ دیا کہ روزی محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ بس اس دن سے انہوں نے یہ عہد کر لیا کہ جس روزی میں مخلوق کا ہاتھ ہوگا وہ میں استعمال نہیں کروں گا اور جب بغیر کچھ کھائے دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم دے دیا کہ ان کے گرد جمع رہ کر انہیں شہد مہیا کرتی رہیں۔ چنانچہ ہمیشہ وہ شہد ہی استعمال کرتے ہیں یہ سن کر حضرت ذوالنون نے درس عبرت حاصل کیا اور اسی وقت سے عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپ جس وقت پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت سے نیچے آ کر بیٹھ گیا اسی وقت آپ کو خیال آیا کہ نہ جانے اس کو رزق کہاں سے مہیا ہوتا ہوگا؟ لیکن آپ نے دیکھا کہ اس پرندے نے اپنی چونچ سے زمین کریدی جس میں سے ایک سونے کی پیالی برآمد ہوئی اور اس میں تل بھرے ہوئے تھے اور دوسری چاندی کی پیالی گلاب کے عرق سے لبریز تھی۔ چنانچہ وہ پرندہ اسے کھا کر اور گلاب پی کر درخت پر جا بیٹھا اور پیالیاں غائب ہو گئیں۔ یہ دیکھ آپ نے بھی اسی دن سے توکل پر کمر باندھ لی اور یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے کو کبھی تکلیف نہیں ہوتی اس کے بعد آپ نے جنگل کی راہ لی جہاں آپ کے کچھ پرانے دوست مل گئے اور اتفاق سے وہاں ایک خزانہ برآمد ہو گیا جس میں ایک ایسا تختہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کندہ تھے اور جس وقت خزانہ تقسیم ہونے لگا تو آپ نے اپنے حصے میں صرف وہ تختہ لے لیا اور ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے۔ اے ذوالنون! سب نے دولت تقسیم کی اور تو نے ہمارے نام کو پسند کر لیا جس کے عوض ہم نے تیرے اوپر علم و حکمت کے دروازے کشادہ کر دئے۔ یہ سن کر آپ شہر واپس آ گئے۔

واقعات: آپ فرمایا کرتے کہ ایک دن میں لب دریا وضو کر رہا تھا کہ سامنے کے محل پر ایک خوبصورت عورت نظر آئی۔ جب میں نے اس سے گفتگو کرنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ دور سے میں تم کو دیوانہ تصور کئے ہوئے تھی اور جب کچھ قریب آ گئے تو میں عالم سمجھا اور جب بالکل قریب آ گئے تو اہل معرفت تصور کیا لیکن اب معلوم ہوا کہ تم ان تینوں میں سے کچھ بھی نہیں ہو۔

جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ عالم نامحرم پر نظر نہیں ڈالتے اور دیوانے وضو نہیں کرتے اور اہل معرفت خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے یہ کہہ کر وہ غائب ہوگئی اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ غیب کی جانب سے ایک تنبیہہ ہے۔

ایک مرتبہ آپ کشتی پر سفر کر رہے تھے کہ کسی بیوپاری کا موتی کھوگا اور سب نے آپ کو مشکوک تصور کر کے زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے آسمان کی جانب نظر اٹھا کر کہا کہ اے اللہ! تو علیم ہے کہ میں نے کبھی چوری نہیں کی۔ یہ کہتے ہی دریا میں صدہا مچھلیاں منہ میں ایک ایک موتی دبائے نمودار ہوئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے موتی نکال کر اس بیوپاری کو دے دیا اس کرامت کے مشاہدے کے بعد تمام مسافروں نے معافی طلب کی اسی وجہ سے آپ کا خطاب ذوالنون پڑ گیا۔

آپ فرمایا کرتے کہ میں نے ایک پہاڑ پر بہت سے بیماروں کا اجتماع دیکھا اور جب وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ یہاں ایک عبادت گزار سال میں ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر بیماروں میں کچھ دم کرتا ہے جس کے بعد صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ میں نے بھی ان بزرگ کا انتظار کیا اور جب وہ نکلے تو آنکھوں کے گرد حلقے ہو گئے تھے اور بہت کمزور ضعیف تھے پھر آسمان کی جانب نظریں اٹھا کر تمام بیماروں پر کچھ دم کیا اور وہ سب فوراً صحت یاب ہو گئے۔ اور جب وہ عبادت گاہ میں داخل ہونے لگے تو میں نے ہاتھ پکڑ کر عرض کیا کہ ظاہری امراض والوں کو تو شفا ہو گئی لیکن میرا باطنی مرض بھی دفع فرما دیجئے۔ یہ سن کر فرمایا کہ اے ذوالنون! میرا ہاتھ چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نگرانی فرما رہا ہے کہ تو نے اس کا دست کرم چھوڑ کر دوسرے کا ہاتھ تھام لیا ہے یہ کہہ کر انہوں نے چھڑایا اور عبادت گاہ میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے جب آپ سے گریہ وزاری کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ رات حالت سجدہ میں نیند آ گئی تو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہے میں نے مخلوق کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور ان کے سامنے جنت پیش کی گئی تو نو حصے اس پر فریفتہ ہو گئے لیکن ایک حصہ اس پر بھی متوجہ نہ ہو سکا۔ پھر میں نے ایک حصے کے بھی دس حصے کر دیئے اور جب میں نے ان سے سوال کیا کہ نہ تم جنت کا طلب گار بنے اور نہ جہنم سے خوفزدہ ہوئے پھر آخر تم

چاہتے کیا ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

کسی بچے نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے بطور ورثہ ایک لاکھ دینار حاصل ہوئے ہیں اور میری تمنا ہے کہ یہ سب آپ ہی کی ذات گرامی پر صرف کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ حد بلوغ تک پہنچنے سے قبل تمہارے لئے اس کا خرچ کرنا ناجائز ہے اور جب وہ بچہ شباب پر پہنچا تو پوری جائیداد فقراء میں تقسیم کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا پھر یہی نوجوان ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ آج کل ضرورت مند ہیں۔ اس نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ کاش میرے پاس اگر آج دولت ہوتی تو میں بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آپ نے اس کی نیت کو بھانپ کر یقین کر لیا کہ یہ ابھی مفہوم فقر سے آشنا نہیں ہے۔ چنانچہ اس سے فرمایا کہ فلاں دواخانہ سے یہ دوا لا کر گھس لو اور روغن میں ملا کر تین قرص تیار کر کے ان میں سوئی سے سوراخ کر کے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ آپ نے ان تینوں گولیوں پر کچھ دم کیا تو وہ یاقوت میں تبدیل ہو گئیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ کسی جوہری کے پاس لے جا کر قیمت معلوم کرو۔ چنانچہ جوہری نے ایک ہزار دینا قیمت لگائی۔ پھر اس نوجوان نے پورا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اس کو پانی میں گھول دو اور یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ فقراء کو مال و زر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ سن کر وہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے علیحدہ ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ میری تیس برس کی ہدایت کا نتیجہ یہ نکلا کہ صرف ایک شہزادہ صحیح معنوں میں ہدایت یافتہ ہو سکا اور وہ بھی اس طرح کی ایک دفعہ میری مسجد کے سامنے سے گزر رہا تھا تو میں اس وقت یہ جملہ کہہ رہا تھا کہ کمزور کا طاقتور سے جنگ کرنا نہایت احمقانہ فعل ہے۔ یہ سن کر شہزادے نے کہا کہ میں آپ کے جملے کا مفہوم نہیں سمجھا۔ فرمایا کہ اس سے زیادہ احمق کون ہو سکتا ہے جو خدا سے جنگ کرے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا اور دوسرے دن آ کر مجھ سے پوچھنے لگا کہ وصال خداوندی کے لئے کون سی راہ اختیار کی جائے میں نے کہا کہ دو راہیں۔ ایک چھوٹی اور دوسری طویل۔ چھوٹی تو یہ ہے کہ خواہشات دنیا اور معصیت کو چھوڑ دے اور طویل راہ یہ ہے کہ خدا کے سوا سب سے کنارہ کش ہو جائے اس نے عرض کیا کہ میں یہی طویل راہ اختیار کر رہا ہوں اور اس کے

بعد اپنی عبادت وریاضت سے ابدالوں کے مقام تک پہنچ گیا۔

حضرت ابوجعفر اعور نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں آپ کی مجلس میں موجود تھا اور آپ جمادات کی فرمانبرداری کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمارہے تھے کہ جمادات اہل اللہ کے اس درجہ فرمانبردار ہوتے ہیں کہ اگر میں اس کے سامنے والے تخت سے یہ کہہ دوں کہ پورے مکان کا چکر لگالے تو وہ ہرگز دریغ نہیں کرسکتا۔ یہ کہتے ہی سامنے والا تخت پورے مکان کا چکر لگا کر اپنی جگہ قائم ہوگیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر ایک نوجوان نے روتے روتے جان دے دی اور آپ نے اسی تخت پر غسل دے کر دفن کردیا۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں مقروض ہوگیا ہوں تو آپ نے ایک پتھر اٹھایا جو زمرد میں تبدیل ہوگیا اور وہی پتھر اس شخص کو دے دیا۔ چنانچہ اس نے چار سو درہم میں فروخت کرکے اپنے قرض کی ادائیگی کردی۔ ایک شخص اولیاء کرام کو خبطی تصور کرتا تھا تو اپنی انگشتری دے کر فرمایا کہ اس بھٹیارے کی دکان پر ایک دینار میں فروخت کردو لیکن بھٹیارنے کہا اس کی قیمت تو زیادہ مانگتا ہے کچھ کم کر پھر جب سنار کے یہاں پہنچا تو اس نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی اور جب اس شخص نے پورا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ جس طرح بھٹیارہ انگشتری کی قیمت سے آشنا نہیں اسی طرح تم بھی مراتب اولیاء سے ناآشنا ہو۔

مسلسل دس سال تک آپ کو لذیذ کھانوں کی خواہش رہی لیکن کھایا نہیں۔ ایک مرتبہ جب عید کی شب میں نفس نے تقاضا کیا کہ آج تو کوئی لذیذ غذا ملنی چاہئے تو فرمایا کہ اگر دو رکعت میں مکمل قرآن ختم کرلے تو میں تیری خواہش پوری کردوں گا نفس نے آپ کی یہ خواہش منظور کرلی اور ختم قرآن کے بعد جب آپ لذیذ غذائیں لے کر آئے تو پہلا ہی لقمہ اٹھا کر ہاتھ کھینچ لیا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور جب لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ پہلے لقمہ پر نفس نے خوش ہوکر کہا کہ آج سے دس برس کے بعد تیری خواہش پوری ہورہی ہے۔ چنانچہ میں نے لقمہ رکھ کر کہا کہ میں ہرگز تیری خواہش پوری نہیں کروں گا لیکن اسی وقت ایک شخص عمدہ کھانے کی دیگ لئے ہوئے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت مفلس اور بال بچوں والا ہوں مگر آج میں نے صبح عید کی وجہ سے لذیذ کھانا پکوایا اور سوگیا چنانچہ خواب میں حضور اکرم کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر محشر میں مجھ سے ملنے کا خواہش مند ہے تو یہ کھانا ذوالنون کو دے آ۔ اور میرا یہ پیغام پہنچادے کہ وقتی

طور پر اپنے نفس سے صلح کر کے ایک دو لقمہ یہ کھانا چکھ لے۔ حضور کا یہ پیغام سن کر کہا کہ فرمانبردار کو اس میں کیا دریغ ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے تھوڑا سا کھانا چکھ لیا۔

جس وقت آپ بلند مراتب پر فائز ہو گئے تو لوگوں نے مراتب کی ناواقفیت کی بناء پر آپ کو زندیق کا خطاب دے کر خلیفہ وقت سے آپ کی شکایت کر دی چنانچہ آپ کو بیڑیاں پہنا کر لے جایا جا رہا تھا تو ایک ضعیفہ نے کہا کہ خوفزدہ نہ ہونا کیوں کہ وہ بھی تمہاری ہی طرح خدا کا ایک بندہ ہے اسی وقت راہ میں ایک بہشتی نے آپ کو خنک پانی سے سیراب کیا اور اس کے صلہ میں جب آپ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ اس کو ایک دینار دے دو۔ بہشتی نے عرض کیا کہ قیدیوں سے کچھ لینا بزدلی کی علامت ہے۔ اس کے بعد آپ کو دربار خلافت سے چالیس یوم کی قید ہو گئی۔ اور اسی عرصہ میں آپ کی ہمشیرہ روٹی کی ایک ٹکیہ روزانہ آپ کے پاس لے کر جاتیں لیکن رہائی کے بعد ہر یوم کے حساب سے چالیس روٹیاں آپ کے پاس محفوظ تھیں اور جب آپ کی ہمشیرہ نے کہا کہ یہ تو جائز کمائی کی تھیں پھر آپ نے کیوں نہیں کھائیں؟ تو فرمایا کہ چونکہ داروغہ جیل بد باطن قسم کا انسان ہے اس لئے اس کے ہاتھ سے بھجوائی ہوئی روٹی سے مجھے کراہت محسوس ہوئی۔ پھر جب آپ روانہ ہونے لگے تو گر پڑے اور سر میں شدید ضرب آئی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ خون کی ایک بوند بھی آپ کے لباس پر نہیں پڑی۔ اور جو خون زمین پر گرا تھا وہ بھی غائب ہو گیا اور جب خلیفہ کے روبرو پیش ہوئے تو اس کے سوالات کا دندان شکن جواب دے کر اہل دربار کو حیرت میں ڈال دیا چنانچہ خلیفہ نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو مصر رخصت کیا۔

آپ کے ایک ارادت مند جس سے چالیس چلے کھینچے اور چالیس حج کئے۔ چالیس برس سویا نہیں اور مراقبہ کرتا رہا عرض کیا کہ اتنی عبادت و ریاضت کے باوجود آج تک اللہ تعالیٰ مجھ سے کبھی ہم کلام نہیں ہوا اور نہ کبھی رموز خداوندی مجھ پر منکشف ہو سکے لیکن نعوذ باللہ یہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں بلکہ اپنی بد نصیبی کا اظہار کیا ہے آپ نے فرمایا کہ خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھاؤ اور عشاء کی نماز پڑھے بغیر آرام سے سو جاؤ اس نے تعمیل حکم میں کھانا تو خوب اچھی طرح کھا لیا لیکن نماز ترک کرنے کو قلب نے گوارا نہیں کیا۔ اس لئے نماز پڑھ کر سو گیا اور خواب میں حضور اکرم کی زیارت

ہوئی تو حضورؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سلام کے بعد فرماتا ہے کہ ہماری بارگاہ سے ناامید لوٹنے والا نامرد ہے اور میں تیری چالیس سالہ ریاضت کا صلہ ضرور دوں گا لیکن ذوالنون کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دینا کہ ہم تجھے شہر بھر میں اس لئے ذلیل کریں گے کہ تو پھر کبھی ہمارے دوستوں کو فریب میں مبتلا نہ کر سکے لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ کوئی مرشد کیا کسی کو نماز نہ پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرشد بمنزلہ طبیب کے ہوا کرتا ہے اور طبیب کبھی زہر سے بھی مریض کا علاج کرتا ہے اور چونکہ آپ کو بخوبی یہ علم تھا کہ میرے کہنے سے ہرگز نماز ترک نہیں کرسکتا اس لئے آپ نے ایسا حکم دیا اور اس کے علاوہ طریقت کی راہوں میں ایسے احوال بھی پیش آ جاتے ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہوتے ہیں جس طرح حضرت خضر کو لڑکے کے قتل کا حکم دیا گیا لیکن منشائے خداوندی یہی تھا گو یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ خلاف شرع کوئی کام نہ کیا جائے لیکن راہ طریقت میں ایسے احوال ضرور پیش آتے ہیں جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

کسی کمزور بدوی کو طواف کعبہ کرتے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کیا تو خدا کا محبوب ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر پوچھا کہ وہ محبوب تجھ سے قریب ہے یا دور؟ اس نے جواب دیا کہ قریب ہے۔ پھر سوال کیا کہ کیا وہ تجھ سے موافقت کرتا ہے یا ناموافقت؟ اس نے عرض کیا کہ موافقت کرتا ہے یہ سن کر فرمایا کہ جب تو خدا کا محبوب بھی ہے اور وہ تیرے قریب و موافق بھی ہے تو پھر تو اس قدر کمزور کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ دور رہنے والوں کے عذاب کی نسبت سے وہ لوگ زیادہ حیران وسرگرداں رہتے ہیں جنہیں قرب نصیب ہوتا ہے۔

ایک خودساختہ خدا کے عاشق جس نے خود کو دوست مشہور کر رکھا تھا اس کی عیادت کے لئے آپ تشریف لے گئے تو اس نے کہا کہ جو خدا کے عطا کردہ درد میں اذیت کا احساس کرے وہ کبھی دوست نہیں ہوسکتا لیکن آپ نے فرمایا جو خود کو خدا کا دوست کہتا ہو وہ اس کا دوست نہیں ہوسکتا۔ یہ سن کر اس نے توبہ کرتے ہوئے کہا کہ آج سے میں کبھی خود کو خدا کا دوست نہیں کہوں گا۔ ایک شخص آپ کی عیادت کو حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دوست کا عطا کردہ درد بھی محبوب ہوا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم اس سے واقف ہوتے تو ایسی بے ادبی سے اس کا نام نہ لیتے۔

اپنے احباب میں سے آپ نے کسی کو تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو نادانی کی چادر سے ڈھانپ کر تمام دنیاوی چیزوں سے اس طرح بے خبر کر دے کہ ہم اس کی مرضی کے مطابق کام کریں اور وہ ہم سے خوش رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں دوران سفر ایک برف پوش صحرا میں سے گزرا تو دیکھا کہ ایک آتش پرست ہر سمت دانہ بکھیر رہا ہے اور جب آپ نے وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں چونکہ پرندوں کو کہیں سے بھی دانہ حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے میں ثواب کی نیت سے دانہ بکھیر رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ اس کے یہاں غیر کی روزی ناپسندیدہ ہے لیکن اس نے عرض کیا کہ میرے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ میری نیت کو دیکھ رہا ہے اس کے بعد میں نے اس آتش پرست کو ایام حج میں نہایت ذوق وشوق کے ساتھ طواف کعبہ میں مصروف پایا اور طواف کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔ آپ نے دیکھا کہ میں نے جو دانہ بکھیرا تھا اس کا ثمر کتنی بہتر شکل میں ملا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے پر جوش لہجہ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو نے چالیس برس آتش پرستی کرنے والے کو چند دانوں کے عوض اتنی عظیم نعمت کیوں عطا کر دی۔ ندا آئی کہ ہم اپنی مرضی کے مختار ہیں۔ ہمارے امور میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں۔

آپ نماز کی نیت کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ تیری بارگاہ میں حاضری کے لئے کون سے پاؤں لاؤں اور کون سی آنکھوں سے قبلہ کی جانب نظر کروں اور کون سی زبان سے تیرا بھید بتاؤں اور تعریف کے وہ کون سے الفاظ ہیں جن سے تیرا نام لوں۔ لہٰذا مجبوراً حیا کو ترک کر کے تیرے حضور حاضر ہو رہا ہوں۔ اس کے بعد نیت باندھ لیتے اور اکثر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتے کہ مجھے آج جن مصائب کا سامنا ہے وہ تو تیرے سامنے عرض کرتا رہتا ہوں لیکن محشر میں اپنی بداعمالیوں سے جو اذیت پہنچے گی اس کا اظہار کس سے کروں۔ لہٰذا مجھے عذاب کی ندامت سے چھٹکارا عطا کر دے۔

ارشادات: آپ اکثر یہ فرمایا کرتے کہ پاکیزہ ہے وہ ذات جو عارفین کو دنیاوی وسائل سے بے نیاز کر دیتی ہے کہ حجاب چشم ہی سب سے بڑا حجاب ہے جس کی وجہ سے غیر شرعی چیزوں پر نظر نہیں پڑتی۔ فرمایا شکم سیر کو حکمت حاصل نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ معصیت سے تائب ہو کر دوبارہ ارتکاب معصیت دروغ گوئی ہے۔ فرمایا کہ سب سے بڑا دولت مند وہ ہے جو تقویٰ کی دولت سے

مالا مال ہو۔فرمایا قلیل کھانا جسمانی توانائی کا ذریعہ اور قلیل گناہ روحانی توانائی کا ذریعہ ہے۔فرمایا کہ مصائب میں صبر کرنا تعجب خیز نہیں بلکہ مصائب میں خوش رہنا تعجب کی بات ہے۔فرمایا کہ خدا سے خوف کرنے والے ہدایت پاتے ہیں اور اس سے خائف ہونے والے گمراہ ہو جاتے ہیں اور درویشی سے ڈرنے والے قہر الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

فرمایا کہ انسان پر چھ چیزوں کی وجہ سے تباہی آتی ہے (1) اعمال صالحہ سے کوتاہی کرنا (2) ابلیس کافر کا فرمابردار ہونا (3) موت کو قریب نہ سمجھنا (4) رضائے الٰہی کو چھوڑ کر مخلوق کی رضامندی حاصل کرنا (5) تقاضائے نفس پر سنت ترک کر دینا (6) اکابرین کی غلطی کو سند بنا کر ان کے فضائل پر نظر نہ کرنا اور اپنی غلطی کو ان کے سر تھوپنا۔فرمایا کہ اہل تقویٰ کی صحبت سے لطف حیات حاصل ہوتا ہے اور ایسے احباب بنانے چاہئیں جو تمہاری ناراضگی سے ناراض نہ ہوں۔فرمایا کہ اگر تم حصول معرفت کے خواہش مند ہو تو خدا سے ایسی دوستی کی مثال پیش کرو جیسی حضرت صدیق اکبر نے حضور اکرمؐ کے ساتھ کی اور کبھی ذرہ برابر مخالفت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں صدیق کے خطاب سے نوازا اور جب خداوندی کی نشانی بھی یہی ہے کہ کبھی اس کے حبیب کی مخالفت نہ کرے۔فرمایا کہ اس طبیب سے نااہل کوئی نہیں جو عالم مدہوشی میں مدہوشوں کا علاج کرے یعنی جس پر نشہ دنیا سوار ہو اس کو نصیحت کرنا بے سود ہے۔لیکن جب ہوش ٹھکانے آ جائے تو پھر اس سے توبہ کروانی چاہئے فرمایا کہ میں نے راہ اخلاص کی جانب لے جانے والی خلوت سے زائد کسی شے کو افضل نہیں پایا۔فرمایا کہ پہلے قدم پر خدا کو کوئی نہیں پا سکتا یعنی خدا کو ملنے تک خود کو طالب تصور کرتا رہے۔فرمایا کہ خدا سے دوری اختیار کرنے والوں کی نیکیاں مقربین کے گناہوں کے برابر ہوتی ہیں اور صدق دلی سے تائب ہونے کے بعد سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں کہ کتنا اچھا ہوتا کہ خدا تعالےٰ اپنے محبت کرنے والوں کو اس وقت محبت سے نوازتا جب ان کے دل خدشۂ فراق سے خالی کر لئے جاتے ہیں۔فرمایا کہ جس طرح ہر جرم کی ایک سزا ہوتی ہے اسی طرح ذکر الٰہی سے غفلت کی سزا دنیاوی محبت ہے۔فرمایا کہ جس چیز کو خود عمل پیرا ہو کر نصیحت کرے اس کو صوفی کہتے ہیں۔فرمایا کہ عارفین اس لئے زیادہ خائف رہتے ہیں کہ لحہ بہ لحہ قرب الٰہی میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور

عارف کی شناخت یہ ہے کہ مخلوق میں رہ کر بھی بیگانہ خلائق رہے اور خدا سے ڈرنے والے کو بھی عارف کہا جاتا ہے اور عارف کے اندر لگاتار تغیر ہوتا رہتا ہے اور عارف اپنی معرفت کی بناء پر ہمیشہ مؤدب رہتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت کی تین اقسام ہیں۔ اول معرفت توحید جو تقریباً ہر مومن کو حاصل رہتی ہے۔ دوم معرفت حجت و بیان یہ حکماء و علماء کو ملتی ہے۔ سوم صفات کی معرفت: یہ صرف اولیاء کرام کے لئے مخصوص ہے جو نہ دوسروں کو حاصل ہوتی ہے اور نہ کوئی ان کو مراتب سے واقف ہوسکتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت کا دعویدار کاذب ہوتا ہے۔ اس لئے عارف و معروف کی معرفت ایک ہو جانے کی وجہ سے معرفت کا مدعی دونوں حالتوں سے خالی نہیں کیوں کہ یا تو وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو وہ اپنی تعریف کرنے کا مرتکب ہوتا ہے اور سچے لوگ کبھی اپنی تعریف خود نہیں کرتے جیسا کہ حضرت صدیق خود فرمایا کرتے تھے کہ ''میں تم سے افضل نہیں ہوں''۔ اور اس ضمن میں حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ خدا شناسی میرا گناہ عظیم ہے اور اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں تو پھر تمہیں عارف نہیں کہا جاسکتا۔ مختصر یہ کہ عارف کو اپنی زبان سے عارف کہنا مناسب نہیں۔ فرمایا کہ عارف کو جس قدر قربت حاصل ہوگی اسی قدر سرگرداں رہے گا جس طرح آفتاب سے قریب شئے اس سے متاثر بھی زیادہ ہوتی ہے اور جس کی مثال مندرجہ ذیل شعر سے بھی ملتی ہے۔

نزدیکاں را بیش بود حیرانی   کایشاں دانند سیاست سلطانی

ترجمہ: نزدیک رہنے والوں کی حیرانی اس لئے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ وہ بادشاہی سیاست کو جانتے ہیں۔

عارف کی پہچان: عارف کی شناخت یہ ہے کہ بغیر علم کے خدا کو جانے بغیر آنکھ کے دیکھے۔ بغیر سماعت کے اس سے واقف ہو۔ بغیر مشاہدے کے اس کو سمجھے۔ بغیر صفت کے پہچانے اور بغیر کشف حجابات کے اس کا مشاہدہ کرے۔ یعنی ذات باری میں فنائیت کی یہ علامتیں ہیں جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''میں جس کو دوست بناتا ہوں اس کا کان بن جاتا ہوں تا کہ وہ مجھ سے سنے۔ آنکھ بن جاتا ہوں تا کہ مجھ سے دیکھے، زبان بن جاتا ہوں تا کہ مجھ سے بات کرے اور ہاتھ بن جاتا ہوں تا کہ مجھ سے پکڑے۔ (حدیث قدسی) آپ نے فرمایا کہ زاہدین

سلطان آخرت ہوا کرتے ہیں اور ان ک دوست سلطان عارفین ہوتے ہیں۔ فرمایا صحبت الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیزیں اس سے دور کر دینے والی ہوں ان سے کنارہ کش رہے فرمایا کہ مریض قلب کی چار علامتیں ہیں اول عبادت میں لذت کا نہ ہونا۔ دوم خدا سے خوب زدہ نہ ہونا۔ سوم دنیاوی امور سے عبرت حاصل نہ کرنا۔ چہارم علم کی باتیں سننے کے بعد بھی ان پر عمل نہ کرنا۔ فرمایا کہ قلب و روح سے خدا کا فرمانبردار بن جانے کو عبودیت کہا جاتا ہے۔ فرمایا کہ عوام معصیت سے اور خواص غفلت سے توبہ کرتے ہیں لیکن توبہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اول توبہ انابت، یعنی انسان کا خدا سے ڈر کر توبہ کرنا۔ دوم توبہ استجابت بندے کا ندامت کی وجہ سے تائب ہونا۔ یعنی اس پر نادم ہو کہ میری ریاضت۔ عظمت خداوندی کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ پھر فرمایا کہ ہر ہر عضو کی توبہ کا طریقہ جداگانہ ہے۔ مثلاً قلب کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیزوں کو ترک کرے۔ آنکھ کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیز کی جانب نگاہ نہ اٹھے اور شرمگاہ کی توبہ یہ ہے کہ بدکاری سے کنارہ کش رہے۔ پھر فرمایا کہ وہ فقر جس میں کدورت وغبار ہو۔ میرے نزدیک نخوت و تکبر سے زیادہ بہتر ہے۔ فرمایا کہ ندامت کا مفہوم یہ ہے کہ ارتکاب معصیت کے بعد خوف سزا باقی رہے۔ اور تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو معصیت و نافرمانی میں مبتلا نہ کرے اور باطن کو لغویات سے محفوظ رکھتے ہوئے ہمہ وقت اللہ کا تصور قائم رکھے۔ یعنی ہر لحہ یہ تصور کرتا رہے کہ وہ ہمارے تمام افعال کی نگرانی کر رہا ہے اور ہم اس کے سامنے ہیں۔ فرمایا کہ جس پر شمشیر صدق چل جاتی ہے اس سکے دو ٹکڑے کر دیتی ہے فرمایا مراقبہ کا مفہوم یہ ہے کہ بہترین اوقات کو اللہ تعالیٰ پر قربان کر دے اور اس کو عظیم جانے جس کو خدا نے عظمت عطا کی ہو اور اس کی جانب رخ بھی نہ کرے جس کو اس نے ذلیل کر دیا ہو فرمایا کہ حالت وجد بھی ایک راز ہے اور سماع علاج نفس ہے اور حقانیت سے شریک سماع ہوتا ہے وہ اہل حق میں سے ہو جاتا ہے۔

توکل : فرمایا کہ توکل نام ہے خدا پر اعتماد رکھتے ہوئے کسی سے کچھ طلب نہ کرنے اور بندہ بن کر مالک کی اطاعت کرنے اور تدابیر و تکبر ترک کر دینے کا اور انس نام ہے خدا کے محبوبوں سے محبت کرنے اور ان کی محبت حاصل کرنے کا اور جس وقت اولیاء کرام پر غلبہ انس ہوتا ہے۔ تو ایسا

محسوس کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ زبان نور میں ان سے ہم کلام ہے اور غلبہ ہیبت ہوتا ہے تو پھر نور کے بجائے زبان نار سے باتیں ہوتی ہیں اور خدا کے مونس کی شناخت یہ ہوتی ہے کہ آگ میں ڈال دینے کے بعد بھی حوصلے میں کمی نہ آئے اور انس خداوندی کی نشانی یہ ہے کہ مخلوق سے کنارہ کش ہوجائے۔ فرمایا تدبر وتفکر عبادت کی چابی ہے اور خواہشات کی مخالفت خدا سے ملاقات کی آئینہ دار ہے اور جو بندہ دل کے ذریعہ فکر کرتا ہے وہ عالم غیب میں روح کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے پھر فرمایا کہ رضا نام ہے شدت موت پر راضی رہنے اور مصائب میں دوستی کا دعویٰ کرنے کا اور جو قضا وقدر پر راضی رہنے اور مصائب میں دوستی کا دعویٰ کرنے کا اور جو قضا وقدر پر راضی رہتا ہے وہ اپنے نفس سے واقف ہوجاتا ہے۔

اخلاص: فرمایا کہ اخلاص میں جب تک صدق وصبر شامل نہ ہو اس وقت تک اخلاص مکمل نہیں ہوتا اور خود کو ابلیس سے محفوظ رکھنے کا نام بھی اخلاص ہے۔ اہل اخلاص وہ ہوتے ہیں جو اپنی تعریف سے خوش اور اپنی برائی سے ناخوش نہ ہوں اور اپنے اعمال صالحہ کو اس طرح فراموش کردیں کہ روزہ محشر اللہ تعالیٰ سے ان کا معاوضہ بھی طلب نہ کریں لیکن خلوت میں اخلاص کا قائم رکھنا بہت دشوار ہے۔

یقین: فرمایا کہ آنکھوں سے مشاہدہ کرنے والے کی مثال علم جیسی ہے اور قلب سے دیکھنے والے کی مثال یقین جیسی ہے اور یقین کا ثمر صبر ہے اور یقین کی بھی تین علامتیں ہیں اول ہر شئے میں خدا کو دیکھنا۔ دوم اپنے تمام امور میں اسی سے رجوع کرنا۔ سوم ہر حال میں اس کی اعانت طلب کرنا۔ یقین آرزوؤں میں کمی کردیتا ہے اور آرزوؤں کی قلت زہد کی تلقین کرتی اور زہد حکمت کا علمبردار ہے اور حکمت شجر انجام کو پھل دار کرتی ہے اور تھوڑا سا یقین بھی پوری دنیا سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ ترقی آخرت کی جانب لے جاتا ہے اور اس سے عالم ملکوت کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے۔ اہل یقین کی شناخت یہ ہے کہ مخلوق کی مخالفت کرتے ہوئے نہ تو اس کی تعریف کرے اور نہ اس کی سخاوت سے فائدہ اٹھائے اور اگر مخلوق درپے آزار ہوجائے تو اپنی ذات سے کسی کو اذیت نہ پہنچائے کیونکہ جس کو خالق کی قربت حاصل ہو وہ مخلوق سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ فرمایا کہ

حق بینی کا دعویدار نہ صرف محرومی کا شکار ہوتا ہے بلکہ اس کا دعویٰ بھی جھوٹا ہوتا ہے کیونکہ حق بین بندہ اظہار کو معیوب تصور کرتا ہے۔ فرمایا کہ کوئی مرید اس وقت تک صحیح معنوں میں مرید نہیں ہوتا جب تک خدا کے بعد مرشد کا طاعت گزار نہ ہو۔ جو بندہ وسواس قلبی ختم کرنے کے بعد مراقبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی عظمت عطا کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ خدا سے خوف رکھنے والا اسی کی جانب متوجہ رہتا اور جو اس کی جانب متوجہ ہو جائے اس کو نجات حاصل ہو گئی اور قناعت پذیر بندہ لذت وکیف میں غرق ہو کر سب کا سردار بن جاتا ہے اور جو بندہ لغو کاموں میں تکلیف برداشت کرتا ہے وہی چیز اس کے بعد کار آمد ثابت ہوتی ہے۔

اقوال زریں: فرمایا کہ خدا سے خائف رہنے والے کے قلب میں خدا کی محبت اس طرح جاگزیں ہو جاتی ہے کہ اس کو عقل کامل عطا کر دی جاتی ہے اور جو مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ شدید مشکلات میں گھرتا چلا جاتا ہے اور جو بے سود چیزوں کے حصول کی سعی کرتا ہے وہ اس شئے کو کھو دیتا ہے جس کو اس سے فائدہ پہنچ سکتا۔ فرمایا کہ اگر تمہیں حق بات پر تھوڑا سا رنج بھی ہوتا ہے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ تمہارے نزدیک حق کا درجہ بہت کم ہے۔ فرمایا پھر یاد الٰہی کرنے والا خدا کے سوا ہر شئے کو خود بخود دھولتا چلا جاتا ہے۔

مفید جوابات: جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے خدا کو کیسے شناخت کیا؟ تو فرمایاہ میں نے اس کی ذات وصفات سے شناخت کیا اور مخلوق کو اس کے رسول کی وجہ سے پہچانا کیونکہ خدا کو تو خالق ہونے کی وجہ سے شناخت کیا جا سکتا ہے اور رسول چونکہ مخلوق ہے اس لئے مخلوق کو اس کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ بندہ خدا سے کس وقت اعانت طلب کرتا ہے۔ فرمایا نفس وتدابیر سے عاجز آ کر۔

نصائح: فرمایا کہ ایسے اہل اخلاص کی صحبت اختیار کرو جو ہر حال میں تمہارے شریک رہیں اور تمہاری تبدیلی سے بھی ان میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہو۔ فرمایا کہ بندہ اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک پانچ چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو۔ اول ٹھوس استقامت، دوم ٹھوس اجتہاد، سوم ظاہری وباطنی دونوں طریقوں سے خدا تعالیٰ کا مراقبہ، چہارم موت کے انتظار میں توشہ آخرت

کے حصول میں مصروف رہنا، پنجم قیامت سے قبل اپنا محاسبہ کرتے رہنا۔

خوف: فرمایا خوف الٰہی کی نشانی یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر شئے سے بے خوف ہو جائے اور دنیا میں وہی محفوظ رہتا ہے جو کسی سے بات نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ توکل نام ہے مخلوق سے ترک حرص کا اور دنیاوی وسائل کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانے اور نفس کو ربوبیت سے جدا کر کے عبودیت کی جانب مائل ہو جانے کا۔ پھر فرمایا کہ بے طینت کو غم بھی زیادہ ہوتا ہے اور دنیا نام ہے خدا سے غافل کر دینے کا۔ فرمایا کہ وہ کمینہ ہے جو خدا کے راستہ میں ناواقف ہوتے ہوئے بھی کسی سے معلومات نہ کرے۔

حضرت یوسف بن حسین نے آپ سے پوچھا کہ کس کی صحبت اختیار کروں؟ فرمایا کہ جس میں من وتو کا خطرہ نہ ہو اور نفس کی مخالفت میں خدا کے موافق بن جاؤ اور کسی کو کم تر تصور مت کرو خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہو؟ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی تائب ہو کر مقبول بارگاہ ہو جائے۔

نصیحت ووصیت: کسی نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ اپنے ظاہر کو خلق کے اور باطن کو خالق کے حوالے کر دو اور خدا سے ایسا تعلق قائم کرو جس کی وجہ سے وہ تمہیں مخلوق سے بے نیاز کر دے اور یقین پر کبھی شک کو ترجیح نہ دو۔ اور جس وقت تک نفس اطاعت پر آمادہ نہ ہو مسلسل اس کی مخالفت کرتے رہو اور مصائب میں صبر کرتے ہوئے زندگی خدا کی یاد میں گزار دو پھر دوسرے شخص کو یہ وصیت فرمائی کہ قلب کو ماضی و مستقبل کے چکر میں نہ ڈالو یعنی گزرے ہوئے اور آنے والے وقت کا تصور قلب سے نکالکر صرف حال کو غنیمت جانو۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ صوفی کی کیا تعریف ہے؟ فرمایا کہ ترک دنیا کر کے خدا کو محبوب بنالے اور خدا بھی اس کو اپنا محبوب سمجھے پھر کسی نے کہا کہ مجھ کو خدا کا راستہ دکھا دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تیری رسائی سے بہت دور ہے لیکن اگر کسی کو واقعی قرب مطلوب ہو تو وہ پھر پہلے ہی قدم پر مل جاتا ہے اور اس کو ہم پہلے ہی تفصیلی طور پر بیان کر چکے ہیں پھر کسی نے عرض کیا کہ آپ کو اپنا دوست تصور کرتا ہوں تو فرمایا کہ صرف خدا سے دوستی کرو اور اسی کی دوستی تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر تم حق شناس نہیں ہو تو کسی ایسے کی جستجو کرو جو تمہیں حق سے شناسا کرا دے کیونکہ میری دوستی تمہارے لئے سودمند نہیں ہو سکتی۔ فرمایا جس کو حدود معرفت معلوم ہو جاتی ہیں وہ خود گم ہو جاتا

ہے۔ کسی نے دریافت کیا کہ عارف کی تعریف کیا ہے فرمایا کہ جس میں پہلے تحیر اور بعد میں اتصال حق ہو جائے اسی وقت عارف کو حیات دائمی حاصل ہو جاتی ہے اراس کو ہمہ اوقات یاد الٰہی اور وصال حاصل رہتا ہے اور نفس کی معرفت یہ ہے کہ ہمیشہ نفس سے بدظن رہے۔ کبھی اس سے حسن ظن نہ رکھے فرمایا کہ مجھ سے زیادہ خدا سے کوئی بھی دور نہیں ہے کیونکہ ستر سال بحر وحدانیت میں غوطہ زن رہنے کے بعد بھی گمان کے سوا کچھ نہ حاصل ہو سکا۔ منقول ہے کہ موت کے قریب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کی کسی چیز کو طبیعت چاہتی ہے؟ فرمایا میری خواہش صرف یہ ہے کہ موت سے قبل مجھے آگاہی حاصل ہو جائے پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

الخوف امرضنی والشوق احرقنی　　　الحب افنانی واللہ احیانی

خوف نے مجھے بیمار کر دیا اور شوق نے مجھے جلا ڈالا محبت نے مجھے فنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جلا دیا۔ اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی اور کچھ ہوش آنے کے بعد یوسف بن حسین نے وصیت کرنے کے لئے عرض کیا۔ فرمایا کہ اس وقت میں خدا کے احسانات میں گم ہوں اس وقت کوئی بات نہ کرو۔ اس کے بعد انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

روایات: آپ کے انتقال کی شب میں ستر اولیاء کرام کو حضور اکرم کی زیارت ہوئی اور حضور نے فرمایا کہ میں خدا کے دوست ذوالنون مصری کے استقبال کے لئے آیا ہوں۔

انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کی پیشانی پر یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے۔ **ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ و ھذا قتیل اللہ مات من سیف اللہ** یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اور اللہ تعالیٰ کی تلوار سے مرا ہے دھوپ کی شدت کی وجہ آپ کے جنازے پر پرندے سایہ فگن ہو گئے تھے جس طرف سے آپ کا جنازہ گزرا وہاں مسجد میں موذن اذان دے رہا تھا اور جس وقت وہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد ارسول اللہ پر پہنچا تو آپ نے شہادت کی انگلی اٹھا دی جس کی وجہ سے لوگو کو خیال ہوا کہ شاید آپ حیات ہیں لیکن جب جنازہ رکھ کر دیکھا تو آپ مردہ تھے اور انگشت شہادت اٹھی ہوئی تھی اور بہت کوشش کے باوجود بھی سیدھی نہیں ہوئی چنانچہ اسی طرح آپ کو دفن کر دیا گیا اور آپ کی یہ کرامت دیکھ کر اہل مصر ف آپ کو مسلسل اذیت پہنچانے پر بے حد نادم ہوئے اور انوں نے اپنی غلطیوں سے توبہ کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدۂ اہل سنت

از:............حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری

اے عزیز۔ اللہ تعالیٰ تیری اصلاح فرمائے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ عقیدہ کی درستگی ہر کام کی جڑ ہے۔ عقیدہ کی خرابی خدائے جبار کے غضب کا سبب اور دوزخ میں جانے کا راستہ ہے۔ اللہ پناہ دے کہ وہ عزت ومغفرت والا ہے۔ خراب عقیدہ رکھنے والا کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرے، منزل کو نہ پہنچ سکے گا اور وہ اس شخص کی طرح ہے کہ کعبہ کا ارادہ کرے اور پیٹھ کعبہ کی طرف کرے کہ جتنا بھاگے کعبہ سے دور ہی ہوتا جائے گا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ سب سے پہلے انسان اپنے تمام عقیدے مذہب اہلسنت کے مطابق درست کرے اور سچا سنی بن جائے پھر اس کے بعد باطن کی طرف توجہ دے کر اس راہ میں قدم ڈالے کیوں کہ خدا تعالیٰ تک رسائی اہلسنت کے عقائد اختیار کئے بغیر ممکن ہی نہیں۔

پہلا نور : تمام چیزوں کی حقیقتیں ثابت ہیں۔ عالم نوپید ہے اور فانی ہے۔ اس کا ایک بنانے والا ہے جو قدیم واجب الوجود۔ حیّ۔ قدرت والا عالم ارادہ فرمانے والا متکلم فرمانے والا سننے اور دیکھنے والا ہے اس کی صفتیں قدیم ہیں اس کی ذات کے ساتھ کسی حادث کا قیام نہیں۔ وہ نہ جسم ہے جوہر، نہ صورت والا ہے نہ ترکیب والا۔ نہ شمار میں آسکے۔ نہ حد میں ہے نہ مکان میں ہے نہ زمان میں ہے۔ نہ اس کی مثل ہے نہ مشابہ۔ اس جیسا کوئی نہیں۔ اس کے برابر کوئی نہیں اس کا کوئی مددگار ہے نہ ناصر اور نہ وہ کسی غیر سے تمام صفات کمال سے متصف اور عیب وزوال کی ہر صورت سے پاک وصاف ہے۔ قیامت میں انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کا دیدار ہوگا۔ وہ تمام چیزوں کا پیدا فرمانے والا اور ان کا انتظام فرمانے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز واجب نہیں اس کے سوا کوئی حاکم نہیں اور نہ اس کے کام کی کوئی غرض۔ وہ چیز اچھی ہے جسے شرع اچھا کہے اور وہ چیز بری ہے جسے شرع برا کہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں

فرشتے بھی ہیں جن کے دو دو تین تین اور چار چار پر ہیں انہیں میں سے جبرئیل میکائیل اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام ہیں ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقام معلوم ہے۔ وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کا انہیں حکم دیا ہے وہی کرتے ہیں جس کا حکم دیا جاتا ہے اس کی بہت سی کتابیں ہیں جو اس نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں انہیں میں سے تورات، انجیل، زبور اور قرآن ہیں وہی بندے کے تمام افعال کا خالق ہے تو کفر اور گناہ اسی کے ارادے اور تقدیر سے ہے (مگر) بندوں کے کفر کو پسند نہیں فرماتا وہی جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ فرما دیتا ہے۔ قبر کا عذاب کافر اور فاسق کے لئے ہے اور اطاعت کرنے والوں کے لئے عیش ہے جس کو اللہ جانتا ہے اور جس کا وہ ارادہ کرتا ہے منکر نکیر کا سوال حق ہے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا برحق ہے اعمال کا تولا جانا برحق ہے کتاب برحق ہے حساب برحق ہے۔ سوال برحق ہے۔ حوض برحق ہے۔ صراط برحق ہے۔ شفاعت برحق ہے جنت ودوزخ برحق ہے (الغرض) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں اور آخرت کے حالوں میں سے جس چیز کی خبر دی، برحق ہے عذاب دیکھ کر ایمان لانا مقبول نہیں۔ گناہ کبیرہ مسلمان کو ایمان سے نہیں نکالتا اس کے مرتکب مسلمان ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے اگرچہ بغیر توبہ مریں۔ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشے گا اس کے علاوہ جو چاہے اور جسے چاہے بخشدے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو رسول بنا کر انسانوں کی طرف بھیجا جو انہیں خوش خبری دیتے اور ڈرسناتے ہیں سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ سارے نبی حق کے احکام پہنچانے والے اور سچی بات کہنے والے تھے۔ انبیاء معصوم ہیں۔ سب نبیوں سے افضل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ ساری مخلوق کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے کامل اور آپ کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہے آپ کی امت تمام امتوں سے افضل امت ہے آپ کو بیداری کی حالت میں آسمانوں پر اور پھر جہاں تک اللہ نے چاہا معراج حق ہوئی۔ آپ کے اصحاب تمام امت سے افضل ہیں ان کا فضل خلافت کی ترتیب پر ہے فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے ان کے بعد عشرہ مبشرہ میں سے جو باقی رہے (یعنی) ابوعبیدہ بن الجراح ۲ سعید بن زید، ۳۔ سعد ابن ابی وقاص ۴۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ ۵ زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ پھر اہل بدر پھر اہل احد پھر اہل بیعۃ الرضوان۔ حضرت فاطمہ تمام عورتوں کی سردار ہیں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی تیس سال تک خلافت رہی پھر سلطنت اور امارت ہوگئی ہم صحابہ کرام کا ذکر بھلائی کے لئے کریں گے۔ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے اور وہ ٹھیک بھی رہتا ہے انسانوں میں جو رسول ہیں فرشتوں کے رسول سے افضل ہیں اور فرشتوں کے رسول عام مسلمانوں سے افضل ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامتیں برحق ہیں مگر وہ کسی نبی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ بندہ ایسے کسی مقام پر نہیں پہنچ سکتا کہ امر و نہی اٹھ جائے مردوں کے لئے زندوں کا دعا کرنا اور ان کے لئے صدقہ کرنا انہیں فائدہ پہنچاتا ہے۔ جان جاؤ کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کا قبول کرنے والا اور حاجتوں کو پورا فرمانے والا ہے کسی گناہ کو حلال جاننا خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور اسے ہلکا جاننا کفر ہے۔ شریعت کا مذاق اڑانا اور اس کی توہین کفر ہے۔ غیب کی خبر دینے والے نجومی کی تصدیق کرنا کفر ہے اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ اسکے عذاب سے بے خوف رہنا کفر ہے ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب فرمانے والا اور یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحیم ہے۔

دوسرا نور: ہم سنیوں کا اعتقاد ہے کہ علم غیب بالاستقلال ذات باری عزوجلالہ کے ساتھ خاص ہے اور جو کچھ علم غیب نبیوں اور ولیوں کو حاصل ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ خدائے برتر کا عطا کیا ہوا ہے ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے مگر اس کا سننا اور دیکھنا کان آنکھ کا محتاج نہیں۔

تیسرا نور: ہمارا عقیدہ ہے کہ سوائے نبیوں کے کوئی ولی بھی معصوم نہیں اگر چہ وہ قطبیت یا غوثیت کا درجہ رکھتا ہو کیونکہ صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم بھی معصوم نہیں ہیں مگر یہ حضرات اور اللہ کے تمام ولی محفوظ کہلائے جاتے ہیں۔

چوتھا نور: نبی کی خبر اللہ تعالیٰ کی خبروں کی طرح یقین پیدا کرتی ہے۔ اور اسی کی تصدیق کا نام ایمان ہے جو شخص ان میں سے کسی خبر کا انکار کرے وہ کافر ہے مگر یہ کہ اس خبر کا ثبوت نبی سے ظاہر بھی ہو البتہ ولی کی خبر ایسی نہیں اگر چہ اس کا انکار بھی ثبوت کے بعد زہر قاتل ہے مگر کفر اور ارتداد نہیں۔ نبی کی خبر قطعاً حق ہے کہ اس میں غلط بیانی کا اندیشہ بھی نہیں۔

پانچواں نور: سالک کو جو چیز خواب میں یا کوئی واقعہ یا مراقبہ میں بطور کشف حاصل ہو اس کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر جانچے اگر مطابق پائے تو اس پر یقین لائے ورنہ اس سے باز رہے اور

اس کی جانب توجہ نہ کرے اسے خواب وخیال اور شیطانی وسوسہ جانے۔

چھٹا نور: کسی شخص پر لعن نہ کرو اگر چہ وہ کافر ومشرک ہو اس لئے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہیں اگر موت کے بعد وہ عنداللہ لعنت کا مستحق ہوا تو ٹھیک ورنہ تیری لعنت تیری ہی جانب لوٹے گی ہاں کافر اور مشرک پر لعنت کرنا مباح ہے۔

یہ جان لو کہ لعنت کے معنی یہ ہے کہ اے خدا فلاں کو اپنی رحمت سے دور رکھ اور اسے اپنی رحمت سے محروم رکھ کہ آخرت میں اسے تیری رحمت کا کوئی حصہ نہ ملے۔ رحمت سے اس قسم کی دوری تو کافروں اور مشرکوں کے ہی لئے ہے لہٰذا خاتمہ کا حال جانے بغیر کہ ایمان پر مرا یا کفر پر لعنت کرنے میں کیسے جرأت کی جاسکتی ہے۔

ساتواں نور: اسلام کے ارکان پر پابندی سے عمل کرو۔ روزہ، نماز، حج زکوٰۃ ادا کرو اور جماعت اہل سنت کے عقیدوں پر مضبوطی سے جمے رہو کہ تہتر فرقوں میں سے یہی فرقہ نجات پائے گا باقی سب دوزخی ہیں۔

امام ابوحنیفہ کوفی سے دریافت کیا کہ اہل سنت و جماعت کی کیا علامت ہے، فرمایا تم ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو افضل جانو اور حضرت عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہما سے محبت رکھو اور موزوں پر مسح کو جائز جانو۔ یعنی ختنین (ہر دو آخر) کا فضل شیخین (ہر دو اول) کے فضل سے کم ہے مگر محبت چاروں سے رکھنا ضروری ہے۔

آٹھواں نور: اس پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے کہ تمام نبی اور رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام نبوت سے پہلے بھی کفر، شرک، جھوٹ، الزام دہی سے پاک رہے ہیں اور نبوت کے بعد قصداً ہر گناہ سے اگر چہ صغیرہ ہو اور شریعت کے احکام پہنچانے میں بھول اور غلطی سے پاک ہیں ان سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتیاں اور رحمتیں ہوں۔

نواں نور: کوئی ولی کسی نبی کے مرتبے کو نہ پہنچا نہ پہنچے گا اور نہ وہ پہنچ سکتا ہے چاہے وہ قطب الاقطاب یا غوث وصدیق ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی مکلّف موت سے پہلے تکالیف شرعیہ سے آزاد نہیں ہو سکتا اگر چہ وہ نبی ولی یا مرسل ہو جیسا کہ آیۃ کریمہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ

سے ظاہر ہے اس لئے کہ علمائے دین نے اس جگہ یقین سے مراد موت لی ہے کہ موت کے بعد ہی وہ یقین حاصل ہوسکتا ہے جو آزادی کا باعث ہو اور انسان کو تکالیف شرعیہ سے نجات دے۔ صوفیہ صافیہ بھی عقیدوں میں علمائے ظاہر کے خلاف نہیں ہوتے بلکہ انہوں نے تصوف کی پہلی شرط اہل سنت کے تمام عقیدوں پر اعتقاد لانا قرار دی ہے اور وہ جو بعض نام نہاد جاہل صوفی کہتے ہیں کہ یہ مقام یقین اولیاء اللہ کو زندگی میں بھی حاصل ہوجاتا ہے اور انہیں تکالیف شرعیہ سے آزاد کردیتا ہے یہ شیطانی وسوسہ ہے جو صرف گمراہی بیوقوفی، جہالت، خودنمائی اور خودرائی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ائمہ سلف کے اقوال کو چھوڑ کر شیطان کے مشورے پر عمل کرتے ہیں اور زندیق ہوجاتے ہیں اور روزہ نماز وغیرہ ارکان اسلام کو ترک کردیتے ہیں اور گمراہی کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوقات سے افضل ہیں انہوں نے بھی دنیوی زندگی میں تکالیف شرعیہ سے معافی نہ چاہی تو جنہیں ذرہ سے آفتاب والی نسبت بھی نہیں وہ یہ ڈینگیں کیوں مارتے ہیں اے اللہ ہمیں شیطان اور اس کے وسوسوں سے بچا برحمتک یاارحم الراحمین

دسواں نور: تمام آسمانی فرشتے جیسے جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور کروبین اور اسماعیل جو آسمان دنیا کے سردار ہیں اور دوسرے فرشتے جن کی تعداد اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور دنیاوی فرشتے جیسے کراماً کاتبین اور حفاظت کرنے والے فرشتے کہ ہر آدمی کے ساتھ جن اور بلاؤں سے حفاظت کے لئے مقرر ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (انسان کے ساتھ رہنے والے ہیں اس کے سامنے اور پیچھے جو حفاظت کرتے ہیں اس کی حکم الٰہی سے یہ سب ہر طرح کے گناہ سے پاک ہیں۔ فرشتوں کی دو قسمیں ہیں نوری اور ناری، پہلی قسم گناہ سے پاک ہے اور دوسری قسم سے گناہ ممکن ہے یہ اس اصطلاح پر مبنی ہے کہ جن کی ایک قوم کو فرشتہ بھی کہتے ہیں۔ اسی پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہ قول محمول ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا اس لئے کہ قرآن عظیم کی نص قطعی موجود ہے۔ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ۔

گیارھواں نور: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں پھر حضرت

ابراہیم پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام یہی قول مشہور ہے پھر تمام نبی سارے فرشتوں سے افضل ہیں۔ اکثر اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہی قول معتبر ہے افضیلت کے معنی یہ ہیں کہ ثواب کرامت اور قرب الٰہی میں دوسرے سے زیادہ ہوں۔ فرشتوں کے رسول اولیاء انسان سے افضل ہیں اور اولیاء انسان باقی فرشتوں سے افضل ہیں۔ آداب المرشدین میں ہے کہ صوفیائے کرام نے اسی پر اتفاق کیا ہے کہ انسانوں کے رسول تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر ملائکہ کو مومنین انسان پر فضیلت دینے میں اختلاف کیا ہے انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اور اسی ترتیب پر خلافت واقع ہوئی۔

بارھواں نور: اہل جنت میں تمام عورتوں میں سب سے افضل حضرت فاطمہ، خدیجہ، عائشہ، مریم اور آسیہ رضی اللہ عنہن ہیں "قسطلانی" میں شیخ تقی الدین کا مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت عائشہ اور ایک قوم نے حضرت عائشہ کو سب سے افضل بتایا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ عائشہ کا فضل دیگر عورتوں پر ایسا ہے جیسا ثرید کا فضل دوسرے کھانوں پر اور ایک قوم نے حضرت خدیجہ کو فضیلت دی ہے کہ آپ ہی سب سے پہلے حضور پر ایمان لائیں ایک قوم حضرت مریم کو سب سے افضل بتاتی ہے کہ ارشاد ربانی ہے فَضَّلْتُکَ عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ لیکن ان میں سے کوئی دلیل قطعی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو افضل جانیں اور ایک دوسرے کی فضیلت پر کوئی کلام نہ کریں۔

تیرھواں نور: جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ افضیلت خلافت کی ترتیب پر ہے، غلط ہیں بلکہ خلافت افضیلت کی ترتیب پر ہے اور اسی طرح واقع ہے یعنی ہر افضل دوسرے سے خلافت میں مقدم رہا اس پر دلیل یہ ہے کہ ان کی افضیلت اسی طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں موجود تھی حالانکہ اس وقت ان میں سے کوئی خلیفہ نہیں تھا اور جب حضور کی حیات ظاہری کے بعد اسی ترتیب معلوم پر وہ حضرات خلیفہ ہوئے تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ خلافت افضیلت کی ترتیب پر واقع ہوئی نہ کہ افضیلت خلافت کی ترتیب پر چنانچہ یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے اے اللہ ہمیں برے کاموں سے بچا۔

چودھواں نور: دین کا مذاق اڑانا کفر ہے اسی طرح احکام دین کو معمولی سمجھنا جیسے آزاد

طبیعت داڑھی اور عمامے پر ہنستے ہیں ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

پندرھواں نور: اس زمانہ 1229ھ میں ہندوستان میں ایک گمراہ فرقہ پیدا ہوا جس کی شروعات بدعت اور ایک دوسرے کو لڑانے سے ہوتی ہے اور اس کا انجام الحاد وزندقہ ہے۔ عرب میں اسے وہابی کہتے ہیں جو ابن عبدالوہاب نجدی سے منسوب ہے۔ یہ ایک شیطان تھا جو عرب شریف میں پیدا ہوا تھا ہرگز ہرگز اس گمراہ فرقہ سے میل جول نہ رکھیں اور اس مکار گروہ کی پہچان کے لئے بس یہی کافی ہے جو ہم کہتے ہیں کہ یہ فرقہ رافضیوں کا چچا ہے۔ رافضی صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور یہ وہابی رسول مقبول صلی اللہ کی شان اقدس بلکہ خدائے عزوجل کی بارگاہ میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ سے جھوٹ بولنے کا امکان اور علم وصدق وغیرہ صفات الٰہی کو اختیاری مانتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس فرقہ سے اس فرقہ کی آخری کوشش کا نتیجہ فرقہ نیچریہ ہے ابلیس کی بدمعاش ماں نے ایک بیٹی پیدا کی جب تک وہ کم عمر رہتی ہے اسے وہابی کہا جاتا ہے اور جب بالغ ہوتی ہے اور الحاد کا خون اس کی رگوں میں جوش مارتا ہے اور وہ اپنے شوہر کفر کا منھ دیکھتی ہے تو نیچریت کہی جاتی ہے ان دونوں فرقوں سے بہت دور رہنا ضروری ہے کہ کالے سانپ اور راستہ بھٹکانے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسوں کی صحبت سے اپنی امان میں رکھے آمین۔

سولھواں نور: مقرر کیئے ہوئے اور عادت میں لائے ہوئے کام کے خلاف کا نام کرامت ہے مثلاً اوپر چڑھنے کے لئے انسان ہمیشہ سیڑھی کو کام میں لاتا ہے اگر کوئی شخص بغیر سیڑھی کے اوپر چلا جائے تو خلاف عادت ہوگا۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) معجزہ (۲) ارہاص (۳) کرامت (۴) معونت (۵) استدراج (۶) اہانت' اس کا ظہور یا مسلمان کے ہاتھ سے ہوگا یا کافر کے' پہلی صورت میں اگر اس خرق عادت کا ظہور نبوت کے زمانے میں ہو تو یہ معجزہ ہے اور اگر نبوت سے پہلے ہے تو ارہاص جو ولی سے ظاہر ہوا اسے کرامت کہتے ہیں۔ جس کا ظہور عام آدمی سے ہو تو وہ معونت ہے اور کفر کی صورت میں اگر وہ اس کی مراد کے مطابق ہوا تو اسدراج ہے ورنہ اہانت۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب سے کہا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس بچے کے سر پر اپنا ہاتھ لگا دیتے ہیں اس سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ اس نے بھی ایک بچے کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا وہ ختم ہو گیا۔ ملعون سے لوگوں نے کہا کہ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کھاری کنوئیں میں لعاب اقدس ڈال دیتے ہیں تو

وہ میٹھا ہو جاتا ہے اس نے میٹھے کنوئیں میں اپنا لعاب ڈالا تو کھاری ہو گیا۔ طعون نے سنا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اندھے کی آنکھ پر ہاتھ رکھا تو اسے دکھائی دینے لگا۔ اس نے کانے کی آنکھ پر ہاتھ رکھا تو اس کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ الغرض اہانت اور اس کے غیر میں فرق کرنا مشکل نہیں۔ اس طرح استدراج اور معجزہ میں فرق بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ بالفرض اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو ہر گز کوئی خرق عادت اس کے ہاتھ سے ظاہر نہ ہو اور اگر دنیا بھر کے جادوگروں کا استاد ہو تو اس کا جادو ایک دم ختم ہو جائے اور ہر گز کوئی چیز نہ دکھا سکے ہاں اگر وہ الوہیت کا دعویٰ کرے تو تمام چیزیں بڑھ چڑھ کر ظاہر ہوں اور عجیب باتیں دکھائے کہ دیکھنے والوں کی عقل چکر میں آجائے چنانچہ دجال سے یہ سب چیزیں ظاہر ہوں گی کہ پہلے تو وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور اس کے تمام استدراجات ختم ہو جائیں گے پھر الوہیت کا مدعی ہوگا اور شعبدے سے وغیرہ دکھائے گا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نبی کی نبوت پر حجت الٰہی معجزہ ہی سے قائم ہوتی ہے اگر کوئی جھوٹا نبوت کا دعویٰ کر کے خرق عادت دکھا سکے تو پھر سچے اور جھوٹے کا فرق ہی مٹ جائے اور تمام شریعتوں کا کام درہم برہم ہو جائے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی الوہیت کا دعویٰ کرنے والا سر سے پیر تک خرق عادت بن جائے اور مشرق و مغرب کو ہزاروں خلاف عادت امور سے بھر دے تو یہاں عقل خود گواہ ہے کہ یہ معبود نہیں ہو سکتا والحمد للہ رب العالمین۔ ہاں کرامت اور استدراج میں فرق مشکل ہے۔ یہاں پر کسوٹی صرف یہی ہے کہ جس شخص کو شریعت محمدیہ پر عمل کرنے والا اور قائم رہنے والا پائیں اور اس سے خرق عادت ہو تو اسے کرامت سمجھیں اور جو شخص شریعت سے بیزار ہو تو اس سے خرق عادت کو استدراج جانیں۔ الغرض خارق عادت وہ چیز نہیں جو صرف اولیاء اللہ کے ہاتھوں ظاہر ہو بلکہ غیر ولی سے بھی صادر ہو سکتی ہے جیسا کہ فرعون کے جادوگروں سے ظاہر ہوا۔ استدراج سخت ریاضت اور ترک دنیا سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ ہندو جوگی، یہودیوں اور عیسائیوں کے راہب کرتے ہیں۔ دیوانوں اور عقل کے بیگانوں سے بھی خرق عادت ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے عالم علوی کے پردے اٹھ جاتے ہیں یہ سب خدا کے حکم سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ ہر خرق عادت پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کا مدار شریعت پر ڈٹے رہنے اور اللہ تعالیٰ سے دل کی ارادت پر ہے جو خدا سے محبت کرتے ہیں اور شریعت پر قائم رہتے ہیں ان کی صحبت سے خدا کی یاد آتی ہے اور دل دنیا کی محبت سے اچاٹ ہو جاتا ہے یہ سارا تذکرہ اس لئے کیا گیا کہ ہمارے بھائی اس کو سمجھیں اور غلطی میں نہ پڑیں۔

سترھواں نور: نبی وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے نفس کی تکمیل کے لئے وحی بھیجی خواہ نئی شریعت دے کر یا پہلی شریعت کے ساتھ رسول وہ ہے جس کے نفس کی تکمیل کے بعد احکام الٰہی کی تبلیغ کے لئے بندوں کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ یہاں پر بھی نئی شریعت کی تخصیص نہیں ہے۔ ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ وحی شرعی سوائے حضرات انبیاء علیہم السلام کے کسی اور پر نہیں آتی ہاں اولیائے کرام کسی دوسرے طریقۂ الہام سے سرفراز فرمائے جاتے ہیں۔

اٹھارھواں نور: دیکھ کر ایمان لانا مقربین کا حصہ ہے جن پر فضل عظیم اور شرف مبین ہوتا ہے جو لوگ بغیر دیکھے فریفتہ ہوتے ہیں اور اخبار الٰہی سنکر ایمان لاتے ہیں اس کی بھی نرالی شان ہے لہٰذا صرف اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان بالغیب، ایمان مشاہدہ سے زیادہ محبوب ہے۔ فرشتوں کو عرش وکرسی، لوح وجنت اور دوزخ پر ایمان مشاہدہ ہے اور ہمارا ایمان بالغیب حضرت انبیاء علیہم السلام کو فرشتوں، تنزیل کتب اور نزول وحی پر ایمان بالمشاہدہ ہے اور ہمیں بالغیب۔ اگر چہ متاخرین کو یہ فضل جزئی حاصل ہے لیکن فضل کلی جو کثرت ثواب اور رب الرباب سے زیادتی قرب کا دوسرا نام ہے یہ حضرات اہل بیت اور اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حصہ ہے فضل جزئی میں یہ طاقت نہیں کہ فضل کلی میں بدل جائے۔ یہ مسئلہ حضرت جدی مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا تھا ایک روز آپ نے بطور وعظ فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا۔ ایک روز آپ نے بطور وعظ فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے خطاب فرمایا کہ جانتے ہو کون سے لوگوں کا ایمان زیادہ محبوب ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فرشتوں اور نبیوں کا ایمان۔ فرمایا نہیں اس لئے کہ وہ حضوری موجودگی اور منزل وحی میں ہیں پھر عرض کیا کہ ہمارا ایمان۔ فرمایا نہیں اس لئے کہ تم میں میں خود تشریف فرما ہوں پھر سب عرض کیا اللہ ورسول بہتر جانتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں کا ایمان جو میرے بعد ہوں گے اور کتاب کے ورقوں پر لکھا پائیں گے اور اس پر ایمان لائیں گے۔

انیسواں نور: علماء اہلسنت وجماعت کے یزید پلید پر لعنت کرنے میں تین قول ہیں ایک خاموشی دوسرا منع اور تیسرا جواز۔ خاموشی امام اعظم کوفی اور ان کے مقلدین کا مذہب ہے۔ اور مذہب اسلم واحکم ہے منع کرنا امام غزالی اور ان کے ماننے والوں کا مذہب ہے۔ جائز رکھنا امام احمد ابن حنبل اور آپ کے موافقین کا مذہب ہے۔ بعد والوں میں ملا سعد الدین تفتازانی وغیرہ بھی اسی راہ پر چلے ہیں۔ یہ تینوں گروہ سنی ہیں لہٰذا جو شخص ان تینوں مذہبوں میں سے کوئی سا مذہب اختیار

کرے اس کی سنیت میں کوئی فرق نہ آئے گا مگر حق یہ ہے کہ جو احتیاط امام اعظم کے مذہب میں ہے وہ نا قابل بیان ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص لعنت کا مستحق ہے تو اسے معلون ملعون کہنے اور لعنت کو ورد اور وظیفہ بنا لینے میں کوئی فضیلت نہیں اور اگر خدا کے نزدیک وہ شخص ایسا نہیں ہے تو معاذ اللہ لعنت کے لوٹنے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا عقل مندوں کو ایسے کام میں نہیں پڑنا چاہئے جس کا ایک پہلو واضح نقصان اور دوسرا پہلو نفع سے نقصان ہو پھر جواز اور عدم جواز کا مسئلہ خود فقہی ہے اور ہم فقہ میں امام اعظم کے پیچھے چلتے ہیں تو اس مسئلہ میں بھی امام اعظم کی پیروی کرنا چاہئے اور پھر عداوت یا بغض کا دار و مدار لعنت ہی میں تو نہیں ہے (عداوت اور بغض لعنت کئے بغیر بھی ظاہر کیا جاسکتا ہے) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ علماء کسی خاص کافر کو بھی نام لے کر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ اس کا انجام کفر پر یقینی معلوم نہیں مگر کیا کافروں کے ساتھ بغض اور عداوت کا حکم نہیں۔ الحمد للہ کہ ہم لعنت سے کام نہیں رکھتے اور نہ یہ مسلمان کی شان ہے کہ وہ لعنت کرنے والا اور فحش گو ہو اور اگر کوئی لعنت کرتا ہے تو کرے ہم اسے بھی نہیں جھڑکتے جیسا کہ تم سن چکے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے والا ہے۔

بیسواں نور: صحابۂ کرام کا تذکرہ اچھے الفاظ میں ہی کریں گے بس یہی کافی ہے لہٰذا ان تین جنگوں میں اہلسنت و جماعت کے عقیدے کا حاصل یہ ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین خطائے اجتہادی کی وجہ سے ہوئیں اور اہل نہروان کی نسبت فسق کا حکم ہے یعنی نہروان میں لڑنے والے قطعاً فاسق، پاجی اور گنہگار تھے۔ پھر ایک نکتہ بہت اہم ہے خطائے اجتہادی دو طرح کی ہوتی ہے منکر اور غیر منکر۔ منکر وہ ہے جس سے بچانا ممکن ہے اگر خاموش بیٹھتا ہے تو فتنہ اٹھتا ہے اور غیر منکر وہ ہے جو ایسی نہ ہو جیسا امام شافعی رحمۃ اللہ کا اس جانور کو حلال قرار دینا جس پر جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اور اسی قسم کے مسائل فرعیہ لیکن کم عقل بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔

اکیسواں نور: نبوت اور ولایت دونوں کا مرتبہ صرف اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوتا ہے انسان اپنی کوشش سے نبی یا ولی نہیں ہوسکتا جو شخص یہ سمجھے کہ نبوت اپنی کوشش سے حاصل ہوسکتی ہے وہ کافر ہے اور جو شخص ولایت کے بارے میں یہ سوچے وہ بدعتی ہاں مجاہدہ کو ولایت کی راہ کے لئے شرط ضرور قرار دیا ہے کہ اکثر و بیشتر بغیر مجاہدہ کے ولایت حاصل نہیں ہوتی اور جب ولایت ملتی ہے تو مجاہدہ سے نہیں محض اللہ کے عطا کرنے سے ملتی ہے۔

بائیسواں نور: نبوت و رسالت کا مرتبہ انسان اور ان میں بھی مردوں کے لئے ہے جنوں اور عورتوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں البتہ ولایت میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں اگر چہ

کثرت مردوں کی ہی ہے۔

تیئسواں نور: ہمارا اعتقاد ہے کہ سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل جو تمام کمالات میں آپ کا ہم سر اور برابر ہو، محال ہے اور ممتنع بالذات اور دائرۂ قدرت سے خارج ہے یہی حق ہے اور حق کے علاوہ باقی سب گمراہی ہے۔

چوبیسواں نور: باری تعالیٰ کا حکم جسے قضا کہتے ہیں دو طرح کا ہوتا ہے۔ مبرم اور معلق۔ مبرم ویسے ہی ہوتی ہے جیسے اس کا ارادہ کیا گیا ہے معلق واقع ہوتی ہے یا صدقات وغیرہ سے ٹل جاتی ہے مبرم کی مثال موت ہے کہ مقررہ وقت پر ضرور آئے گی اور معلق کی مثال درمیان آتنی ہیں جیسے مرض وغیرہ کہ کوشش اور تدبیر اور صدقات وخیرات سے دور ہو جاتی ہیں اور پھر نہیں آتیں۔

پچیسواں نور: شیخ اکبر نے فتوحات میں فرمایا کہ ایک ہی زمانے میں دو صدیقوں کا اجتماع صحیح نہیں ہے۔

چھبیسواں نور: اس زمانہ میں اہل سنت وجماعت کے لوگ رافضیوں کے پاس آنے جانے اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوئے ظن رکھتے ہیں یہ خود کھلا ہوا رفض ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت امیر معاویہ کا کچھ حال بیان کریں اور محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء کے قول پر بھروسہ کریں کہ یہی صوفیا کے لئے کافی ہے اور سند ہے محبوب الٰہی کے ملفوظات، فوائد الفوائد میں ہے کہ بندہ (امیر حسن علا سنجری) نے عرض کیا کہ امیر معاوہ کے بارے میں ہمیں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے۔ فرمایا وہ مسلمان تھے اور صحابہ کرام میں تھے اور حضور علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے بھائی تھے۔ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی بہن تھیں اور نقل کرتے ہیں کہ وہ حرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھیں۔

ستائیسواں نور: تمام مخلوق میں مطلقاً افضل ترین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بعد تمام مخلوق میں افضل تمام انبیاء ومرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے بعد تمام نبی آدم میں افضل امت محمدیہ ہے اور امت محمدیہ میں سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر ہیں ان کے بعد حضرت عمر فاروق انکے بعد عثمان غنی ان کے بعد مرتضیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ واضح رہے کہ بنی آدم کے خواص یعنی انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام ملائکہ کے خواص سے افضل ہیں۔ خواص ملائکہ مثلاً جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہ السلام بنی آدم کے عوام سے افضل ہیں۔ بنی آدم کے عوام ملائکہ کے عوام سے افضل ہیں یہی اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے۔

توحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے یہ حدیث پاک تمام صحابہ کے بارے میں عام ہے یعنی اس کا اطلاق جس طرح خلفائے راشدین پر ہوتا ہے اسی طرح دوسرے صحابہ پر بھی۔تو دوسروں کی ہدایت صحابہ کی پیروی سے ہوسکتی ہے اور ظاہر ہے کہ پیروی کرنے والے سے اس کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے جس کی پیروی کی جائے۔تو صحابہ کرام کو جس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے فضیلت ہے ویسے ہی دوسرے اوصاف میں بھی وہ افضل ہیں پھر یہ حضرات صحابہ اگرچہ علم وتقویٰ، زہد وورع اور توکل وغیرہ کے اوصاف بھی رکھتے ہیں لیکن حضور کی صحبت کا اثر اور اس کے فائدے دیگر تمام اوصاف سے بڑھ کر ہیں اس لئے ان تمام حضرات کو صحبت پاک سے منسوب کیا جاتا ہے دوسرے اوصاف سے نہیں۔ چنانچہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے تو ممکن ہے کہ دوسرے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم صحبت رسول پاک کے سوا دیگر اوصاف سے ایسے ہی متصف ہوجائیں جیسے حضرات صحابہ لیکن وہ دولت ونعمت جو حضور پاک کی صحبت میں ہے وہ حضرات صحابہ کرام سے مخصوص ہے اور وہ دوسروں کو کہاں حاصل ہوسکتی ہے۔

اٹھائیسواں نور: یادرکھو کہ نبوت ورسالت کا مرتبہ کبھی نبی ورسول سے چھینا نہیں جاتا لیکن مرتبہ ولایت میں یہ ضروری نہیں۔ولایت کے مرتبہ کا واپس لیا جانا ممکن ہے تو اے عزیز مرتبہ ولایت کے مل جانے پر بے خوف نہ ہوجانا بلکہ اس درجہ کو باقی رکھنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہنا یہاں تک کہ اس عالم سے گزر جاؤ ورنہ دین ودنیا کا نقصان حاصل ہوگا۔اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

☆☆☆☆

رسول عربی ﷺ

آپ کی وجہ سے اللہ کو سب نے جانا ... ہے بڑا آپ کا احسان رسول عربی
آپ کی شان میں ہے بے ادبی بے دینی ... آپ کا عشق ہے ایمان رسول عربی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلستان سعدی

از:............................حضرت مولانا شیخ سعدیؒ

حکایت:

ظالمے را حکایت کنند کہ ہیزم درویشاں خریدے بحیف

ایک ظالم کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ غریبوں کی لکڑیاں ظلم سے خریدتا

وتونگراں را دادے بہ طرح صاحبدلے بروگزرکرد وگفت

اور نفع کے ساتھ مالداروں کے ہاتھ فروخت کرڈالتا ایک صاحب دل اس کے پاس سے گزرا اور کہا

ماری تو کہ ہرکرا بہ بینی بزنی   یا بُوم کہ ہرکجا نشینی بکنی

تو سانپ ہے کہ جس کو دیکھتا ہے ڈس لیتا ہے   یا تو الو ہے کہ جہاں کہیں بیٹھتا ہے اجاڑ دیتا ہے

قطعہ

زورت ار پیش می رود بابا   باخداوندِ غیب داں نرود

اگر تیرا زور ہم پر چلتا ہے   تو غیب کے جاننے والے خدا پر نہیں چلے گا

زورمندی مکن براہل زمیں   تا دعائے برآسماں نرود

زمین والوں پر زبردستی مت کر   تاکہ آسمان پر کوئی بد دعا نہ جائے

ظالم از گفتنِ او برنجید وروی از نصیحتش درھم کشید وبد والتفات نہ کرد

ظالم اس کے کہنے سے رنجیدہ ہوگیا اور اس کی نصیحت سے منہ پھیرلیا اور اس کی طرف توجہ نہ کی

اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ ۔تاشبے آتش مطبخ درانبار ہیرزم افتادہ

اس کو اس کے مرتبے نے گناہ میں مبتلا کردیا یہاں تک کہ ایک رات کو مطبخ کی آگ لکڑیوں کے ڈھیر میں لگ گئی اور

سائر املاکش بسوخت واز بستر نرمش برخاکستر گرم نشاند اتفاقاً ہماں شخص بر
اس کی تمام چیزیں جل گئیں اور اس کو نرم بستر سے گرم بھوبل پر لا بٹھایا اتفاقاً وہی شخص اس کے
وے بگذشت دیدش کہ با یاراں ہمی گفت ندانم کہ ایں آتش از کجا در
پاس سے گذرا اس کو دیکھا کہ دوستوں سے کہہ رہا تھا نہ معلوم کہ یہ آگ کہاں سے میرے
سرائے من افتاد گفت از دُودِ دلِ درویشاں
گھر میں لگی اس نے کہا غریبوں کے دل کے دھوئیں سے

قطعہ

حذر کن زدُودِ درُونہائے ریش کہ ریشِ دروں عاقبت سر کند
زخمی دلوں کے دھوئیں سے بچ کیونکہ اندر کا زخم آخر کار ظاہر ہوتا ہے
بہم برمکن تاتوانی دلے کہ آہے جہانے بہم برکند
جب تک ممکن ہو کسی دل کو پریشان نہ کر اس لئے کہ ایک آہ ایک جہان کو پریشان کر دیتی ہے

لطیفہ

برطاق کیخسرو نوشتہ بود
کیخسرو کے محراب پر لکھا تھا

قطعہ

چہ سالہائے فراوان وعمرہائے دراز کہ خلق بر سرِ ما در زمیں بخواہد رفت
برسہا برس اور دراز عمر کیا جب کہ زمین میں دفن ہونے پر مخلوق ہمارے سر سے چلے گی
چنانکہ دست بدست آمد ست ملک بما بدستہائے دگر ہمچنیں بخواہد رفت
جیسا کہ ہاتھوں ہاتھ ملک ہمارے پاس آیا ہے اسی طرح دوسرے ہاتھوں میں چلا جائے گا

حکایت:

یکے درصنعت کشتی گرفتن سرآمدہ بود سہ صد وشصت
ایک شخص کشتی لڑنے کے فن میں مشہور تھا تین سو ساٹھ (۳۶۰)
بند فاخر دانستے وہر روز ازاں بنوعے کشتی گرفتے مگر گوشہ خاطرش باجمالِ
قابل فخر داد جانتا تھا اور ہر روز ان میں سے ایک داؤ سے کشتی لڑتا تھا اتفاقاً ایک شاگرد کے
یکے از شاگرداں میلے داشت سہ صد وپنجاہ ونُہ بندش درآموخت مگر یک
حسن پر اس کی طبیعت مائل تھی تین سو انسٹھ داؤ اس کو سکھادئے مگر ایک
بند کہ در تعلیم آں دفع انداختے وتاخیر کردے فی الجملہ پسر درقوت وصنعت
داؤں کو اس کے سکھانے میں دیر اور تاخیر کرتا خلاصہ یہ کہ وہ لڑکا طاقت اور ہنر میں
سرآمد وکسے را درزماں اوبا او امکان مقاومت نبودے تا بحدّ یکہ
مشہور ہوگیا اور کسی کو اس کے زمانہ میں اس سے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ یہاں تک کہ اس نے
پیش مَلِکِ آں روزگار گفتہ بود کہ استاد را فضیلتے کہ برمن ست از
اس زمانہ کے بادشاہ سے یہ کہہ دیا تھا کہ استاد کو میرے اوپر جو کچھ بڑائی حاصل ہے وہ
روئے بزرگی ست وحق تربیت وگرنہ بقوت ازو کمتر نیستم وبصنعت با او
بزرگی اور پرورش کے حق کی وجہ سے ہے ورنہ میں قوت میں اس سے کم نہیں ہوں اور فن میں اس کے
برابرم ملک را ایں سخن دشوار آمد فرمود تا مصارعت کنند مقامے متسع ترتیب
برابر ہوں بادشاہ کو یہ بات گراں گزری اس نے کشتی لڑنے کا حکم دے دیا ایک وسیع میدان تیار
کردند وارکانِ دولت واعیان حضرت وزور آوران روئے زمین
کیا اور حکومت کے عہدیدار اور دربار کے سردار اور تمام دنیا کے پہلوان
حاضر شدند پسر چوں پیل مست درآمد بصدمتے کہ اگر کوہ روئیں
جمع ہوگئے لڑکا مست ہاتھی کی طرح ایسے زور کے ساتھ نکلا کہ اگر کانسی کا پہاڑ

بودے از جائے برکندے استاد دانست کہ جواں بقوت ازو برتر
بھی ہوتا تو اکھاڑ پھینکتا استاد سمجھ گیا کہ لڑکا قوت میں اس سے بڑھا
ست بداں بند غریب کہ ازوے پنہاں داشتہ بود باوی درآویخت
ہوا ہے اس عجیب وغریب داؤں سے جو کہ اس سے چھپا رکھا تھا اس کے ساتھ بھڑ گیا
پسر دفع آں ندانست بہم برآمد استاد از زمینش بدودست بالائے
لڑکا اس کا توڑ نہ سمجھا پریشان ہوگیا استاد نے اس کو دونوں ہاتھوں سے اپنے سر پر
سَر بُرد وبرزمین زد غریواز خلق برخاست مَلِک فرمود استاد را
اٹھالیا اور زمین پر پٹخ دیا لوگو ں میں شور مچ گیا بادشاہ نے استاد کو جوڑا
خلعت ونعمت دادن وپسر را زجر فرمود وملامت کرد کہ باپرورندۂ خویش
اور انعام دینے کا حکم فرمایا اور لڑکے کو جھڑکا اور ملامت کی کہ تونے اپنے پالنے والے کے ساتھ
دعویٰ مقاومت کردی وبسر نبردی گفت اے پادشاہِ روئے
مقابلہ کا دعویٰ کیا اور پھر کچھ نہ کرسکا اس نے کہا اے روئے زمین وتمام دنیا
زمین بزورآوری برمن دست نیافت بلکہ مرا ازعلمِ کُشتی دقیقہ ماندہ بودو
کے بادشاہ وہ اپنی طاقت کی وجہ سے مجھ سے نہیں جیتا بلکہ مجھ سے کشتی کے فن کا ایک پیچ باقی تھا اور
ہمہ عمر ازمن دریغ می داشت امروز بداں دقیقہ برمن غالب آمد
وہ تمام عمر اس کے سکھانے سے بچتارہا آج اسی پیچ سے وہ مجھ پر غالب آگیا
گفت از بہر چنیں روزے نگہ میداشتم کہ زیرکاں گفتہ اند دوست
اس نے کہا اسی دن کے لئے میں نے اس کو بچا رکھا تھا کہ عقلمندوں نے کہا ہے دوست
راچنداں قوّت مدہ کہ اگر دشمنی کند تواند نشنیدۂ کہ چہ گفت آں کہ
کو اتنی طاقت نہ دے کہ اگر وہ دشمنی کرے تو کرسکے کیا تو نے نہیں سنا کہ اس شخص نے

ازپروردۂ خویش جفادید
جس نے اپنے پروردہ سے بے وفائی دیکھی کیا کہا

قطعہ

یاوفا خود نبود درعالم یا مگر کس دریں زمانہ نہ کرد

یا وفا کبھی دنیامیں تھی ہی نہیں یاشاید کسی نے اس زمانہ میں کی ہی نہیں ہے

کس نیا موخت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

مجھ سے کسی ایسے شخص نے تیراندازی کا علم نہیں سیکھا کہ جس نے انجام کار مجھے ہی نشانہ نہ بنایا

حکایت

درویشے مُجرّد بگوشۂ صحرائے نشستہ بود پادشاہے بر

ایک فقیر تنہا ایک جنگل کے گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا ایک بادشاہ اس کے پاس

وے بگذشت درویش از آنجا کہ فراغ ملک قناعت ست بدوالتفات

سے گزرا فقیر نے اس سبب سے کہ فارغ البالی قناعت کی سلطنت ہے اس کی طرف دھیان

نہ کرد سلطاں از انجا کہ سطوتِ سلطنت ست برنجید وگفت ایں طائفہ

نہ کیا بادشاہ اس سبب سے کہ حکومت کا ایک دبدبہ ہے اس پر بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ گدڑی پوشوں

خرقہ پوشاں امثالِ بہائم اند اہلیّت وآدمیّت ندارند وزیر نزدیکش آمد وگفت

کا یہ گروہ جانوروں کی طرح ہے لیاقت اور انسانیت نہیں رکھتا وزیر اس کے نزدیک آیا اور کہا

اے جوانمرد سلطان روئے زمین برتو گذر کرد خدمتے نہ کردی وشرائط

اے مرد خدا روئے زمین کا بادشاہ تیرے پاس سے گذرا تو نے کوئی خدمت نہ کی اور قواعد

ادب بجانیاوردی گفت سلطان را بگوئی تا توقع خدمت از کسے دارد

آداب بجانہ لایا اس نے کہا بادشاہ سے کہہ دینا کہ خدمت کی توقع اس سے رکھے جو

کہ توقع بہ نعمت او دارد ودیگر بدانکہ ملوک از بہر پاسِ رعیّت اند نہ رعیت

اس سے انعام کی امید رکھتا ہے اور دوسرے یہ بھی سمجھ لے کہ بادشاہ رعایا کی نگہبانی کے لئے ہیں نہ کہ رعایا

از بہر طاعت ملوک

بادشاہوں کی تابعداری کے لئے

قطعــہ

بادشاہ پاسبان درویش ست گرچہ رامش بفرِّ دولتِ اوست

بادشاہ فقیر کا چوکیدار ہے اگرچہ اس بادشاہ کی دولت کے دبدبہ کی وجہ سے اس کا تابعدار ہے

گوسپند از برائے چوپاں نیست بلکہ چوپان برائے خدمتِ اوست

بھیڑ چرواہے کے لئے نہیں ہے بلکہ چرواہا اس کی خدمت کے لئے ہے

قطعــہ

گر یکے راتو کامراں بینی دیگرے رادل از مجاہدہ ریش

اگر تو ایک کو بامراد دیکھتا ہے تو دوسرے کا دل محنت و مشقت سے زخمی ہے

روزے کے چند باش تا بخورد خاک مغزِ سرِخیال اندیش

تو تھوڑے دن ٹھہر تاکہ ظالم کے سر کے بھیجے کو مٹی کھالے

فرق شاہی وبندگی برخاست چوں قضائے نبشتہ آمد پیش

بادشاہی اور غلامی کا فرق مٹ گیا جب لکھی ہوئی تقدیر سامنے آئی

گر کسے خاکِ مردہ باز کند نشناسد توانگر از درویش

اگر کوئی مردے کی قبر کھولے تو مالدار اور فقیر میں فرق نہیں کرسکتا

ملک راگفتنِ درویش استوار آمد گفت از من چیزے بخواہ گفت آں

بادشاہ کو فقیر کی بات بھلی معلوم ہوئی اس نے کہا کہ مجھ سے کچھ مانگ فقیر نے کہا یہ

ہمی خواہم کہ دگر بارہ زحمت بمن ندہی گفت مراپندے وہ گفت

مانگتا ہوں کہ دوبارہ آکر آپ مجھے تکلیف نہ پہنچائیں بادشاہ نے کہا کچھ نصیحت کر فقیر کے کہا

بیت

دریاب کنوں کہ نعمت ہست بدست　　کیں دولت وملک میرود دست بدست

کچھ کرلے اس لئے کہ اب نعمت ہاتھ میں ہے　　اس لئے کہ یہ دولت اور ملک ہاتھوں ہاتھ جاتا ہے

حکایت

یکے از وزراء پیش ذوالنون مصری رفت وہمت خواست کہ

ایک وزیر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور دعا چاہی کہ

روز وشب بخدمت سلطان مشغول می باشم وبخیرش امیدوار واز

دن رات بادشاہ کی خدمت میں لگا رہتا ہوں اور اس کی خبر کا امید وار ہوں اور

عقوبتش ترساں، ذوالنون بگریست وگفت اگر من خدائے عزوجل را

اس کے غصہ سے ڈرتا رہتا ہوں۔ حضرت ذوالنون رو پڑے اور فرمایا اگر میں خدائے غالب اور بزرگ سے

چناں ترسیدمے کہ توسلطاں را از جملہ صدّیقاں بودمے

ایسا ڈرتا جیسا کہ تو بادشاہ سے ڈرتا ہے تو میرا شمار صدیقوں میں ہوتا

قطعہ

گرنبودے امید راحت ورنج　　پائے درویش برفلک بودے

اگر راحت ورنج کی امید نہ ہوتی　　تو فقیر کا قدم آسمان پر ہوتا

گروزیر از خدا بترسیدے　　ہمچناں کز مَلِک مَلَک بودے

اگر وزیر خدا سے ایسا ڈرتا جیسا کہ بادشاہ سے، تو فرشتہ ہوتا

حکایت

پادشاہے بکشتن اسیرے اشارت کرد گفت اے مَلِک

ایک بادشاہ نے ایک قیدی کے قتل کا حکم دیا اس نے کہا اے بادشاہ

موجبِ خشمے کہ ترا بر من ست آزارِ خود مجوی کہ ایں عقوبت بر من بیک نفس

اس غصہ کے سبب جو آپ کو مجھ پر ہے اپنے آپ کو نہ ستائے کہ یہ سزا تو میرے اوپر ایک سانس

سر آید و بزہ آں بر تو جاوید بماند

میں گذر جائے گی لیکن اس کا گناہ آپ پر ہمیشہ رہے گا

قطعہ

دوران بقا چو بادِ صحرا بگذشت — تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

زندگی کا زمانہ جنگل کی ہوا کی طرح گذر گیا — رنج، خوشی، برا، اچھا سب گذر گیا

پنداشت ستمگر کہ جفا بر من کرد — بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

ظالم سمجھا کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا — وہ ظلم اس کی گردن پر رہا اور ہم پر گذر گیا

ملک را نصیحت او سودمند آمد و از سر خون او در گذشت

بادشاہ کو اس کی نصیحت پسند آئی اور اس کا خون معاف کر دیا۔

حکایت:

وزرائے نوشیرواں در مُہمے از مصالحِ مملکت اندیشہ

نوشیرواں کے وزیر حکومت کی کسی ضروری مصلحت کے بارے میں سوچ

ہمی کردند ہریک از ایشاں دگر گونہ رای ہمی زدند و ملک ہمچناں

رہے تھے اور ان میں سے ہر ایک جدا قسم کی رائے دے رہا تھا اور بادشاہ نے بھی اسی طرح

تدبیرے اندیشہ کرد بزرجمہر را رائے مَلِک اختیار آمد وزیراں در

ایک تدبیر سوچی بزرجمہر کو بادشاہ کی رائے پسند آئی وزیروں نے پوشیدہ

نہانش گفتند رائے ملک را چہ مزیّت دیدی بر فکر چندیں حکیم گفت بموجب

طور پر اس سے کہا تو نے بادشاہ کی رائے میں اتنے عقلمندوں کی رائے کہ بہ نسبت کیا فوقیت دیکھی اس نے کہا کہ اس کا

آ نکہ انجام کار معلوم نیست ورائے ہمگناں درمشیت ست کہ صواب آید

سبب یہ ہے کہ معاملہ کا نتیجہ تو معلوم نہیں ہے اور سب کی رائے مشیت خداوندی کے قبضہ میں ہے کہ ٹھیک بیٹھے

یا خطاپس موافقت رائے ملک اولیٰ ترست تا اگر خلاف صواب آید

یا غلط تو بادشاہ کی رائے کی ہی موافقت کرنا بہتر ہے تا کہ اگر وہ غلط بھی ہو تو

بعلت متابعت از معاتبت ایمن باشم کہ گفتہ اند

اس کا کہا ماننے کی وجہ سے ناراضی سے بچا رہوں گا کیونکہ عقلمندوں نے کہا ہے

مثنــــوی

خلاف رائے سلطاں رای جستن — بخون خویش باشد دست شستن

بادشاہ کی رائے کے خلاف رائے قائم کرنا — اپنے خون سے ہاتھ دھونا ہے

اگر شہ روز را گوید شب ست ایں — بباید گفت اینک ماہ و پروین

اگر بادشاہ دن کو کہے کہ یہ رات ہے — تو کہہ دینا چاہئے کہ یہ چاند ہے اور یہ ثریا ہے

☆☆☆☆☆☆☆

تذکرۂ اولیاء

حضرت امام جعفر صادقؓ

ا۔ چار چیزیں ہیں جن سے شریف آدمی کو عار نہ چاہئے۔ اپنے والد کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جانا۔ اپنے مہمان کی خدمت کرنا۔ اپنے چوپایہ کی خبر لینا خواہ اس کے سو غلام ہوں۔ اپنے استاد کی خدمت کرنا۔

۲۔ جب تو گناہ کرے تو معافی مانگ۔ کیونکہ گناہ مردوں کے گلوں میں ان کی پیدائش سے پہلے ڈالے گئے ہیں اور ان پر اصرار کرنا کمال درجہ کی ہلاکت ہے۔

۳۔ عبادت توبہ کے بغیر درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا۔ چنانچہ فرمایا التائبون العابدون۔ (بقیہ صفحہ نمبر 57 پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتوح الغیب

تالیف:.................حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

شیطان سے مکالمہ

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک بہت بڑے مجمع میں ہوں جہاں ابلیس ملعون بھی موجود ہے۔ لہٰذا میں نے جب اس کو قتل کرنے کا مقصد کیا تو اس نے پوچھا کہ مجھ کو کس گناہ کی پاداش میں قتل کرنا چاہتے ہو۔ اس لیے کہ اگر کسی شر کے لیے تقدیر کا فیصلہ ہو چکا تو میرے اندر یہ طاقت نہیں کہ اس کو خیر سے تبدیل کر دوں۔ اور اگر خیر کے متعلق مقدر ہو چکا ہے تو میں اس کو شر کی جانب تبدیل نہیں کر سکتا۔ پھر بتائے کہ میرے دست قدرت میں کیا چیز ہے؟ اس وقت اس ملعون نے ہجڑوں کی شکل اختیار کر رکھی تھی۔ کلام میں نرمی، لمبا چہرا اور ٹھوڑی پر مختصر سے بال تھے۔ اور نہایت ہی مکروہ صورت اور بدخلقت تھی۔ پھر وہ مجھے دیکھ کر کھسیانی ہنسی ہنستا رہ گیا۔ یہ خواب میں نے اتوار کے دن ۱۲ ذی الحجہ ۴۹۱ھ میں دیکھا تھا۔ خدا تعالیٰ ہی ہر خیر کی جانب ہدایت فرمانے والا ہے۔

ابتلائے مومن بقدر ایمان

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ مومن بندہ اپنے ایمان کی وسعت و طاقت کے مطابق ہمیشہ ابتلا میں رہتا ہے۔ جس میں جس قدر ایمان کی زیادتی ہوگی اس پر اسی قدر مصائب کا نزول ہوگا۔ مثلاً رسولوں پر بہ نسبت انبیاء کے بلائیں اور مصیبتیں فزوں تر ہوں گی۔ کیونکہ رسول کا ایمان نبی سے عظیم ہوا کرتا ہے۔ اسی فرق مراتب کے اعتبار سے انبیاء کے مصائب ابدالین سے اور ابدالین کے مصائب اولیاء سے زیادہ ہوتے ہیں۔ یعنی جس میں جتنی زیادہ قوت ایمان اور طاقت ایقان ہوگی اسی اعتبار سے اس پر بلاؤں کا ہجوم ہوگا۔ جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ''ہم انبیاءؑ کے گروہ پر

مصائب کی شدت ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا جوان کی مماثلت اختیار کرے گا اس پر مصائب بھی شدید ہی ہوں گے اور باری تعالیٰ ان سادات کرام کو اس لئے ہمیشہ مصائب میں مبتلا رکھتا ہے کہ ان کو ہمہ وقت حضوری حاصل رہے اور کسی لمحہ بھی غافل نہ ہوتے ہوئے ہمیشہ عالم بیداری میں رہیں۔ کیونکہ ایسے ہی افراد کو خدا کے محبوب ہونے کی وجہ سے محبوبان الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور حبیب اپنے محبوب کے بُعد کبھی پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ یہی مصائب و بلیّات ان کے قلوب و نفوس کو ہمیشہ غیر مطلوب کی جانب مائل ہونے سے مانع رکھتے ہیں۔ اور غیر خالق سے انہیں کبھی طمانیت و سکون حاصل نہیں ہوتا۔ پھر یہی بلائیں جب ان کے حق میں دائمی ہو جایا کرتی ہیں تو ان کے نفوس کی شکستگی، ان کے اندر امتیاز حق و باطل کی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے۔ اور وہ دین میں خواہشات و لذّات اور ارادوں کے میلان سے کنارہ کشی ہو جایا کرتے ہیں۔ پھر ان کے قلوب میں ان کے اشیاء کا تصور تک بھی نہیں آتا۔ اور وہ خدا کے عزّ و جل کے وعدوں سے طمانیت حاصل کرتے ہوئے بلاؤں پر رضامندی اور قضا و قدر کے فیصلوں پر صبر اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ تمام مخلوق کے شر سے مامون ہو جاتے ہیں اور اس طرح سے ان کے قلب میں قوت و شوکت کا اضافہ ہو جاتا ہے اور اعضاء و جوارح پر قلب کی ولایت قائم ہو جاتی ہے اس لئے کہ مصائب قلب و ایقان کو قوت عطا کر کے صبر و ایمان پر قائم رکھتے ہوئے نفسانی خواہشات کو کمزور کر دیتے ہیں۔ کیونکہ غم و آلام میں جب مومن صبر و رضا سے ہمکنار ہو کر اپنے رب کے فعل کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے تو خدا تعالیٰ کی رضامندی اس کی توفیق کے اضافہ میں معین بن جایا کرتی ہے۔ جیسا کہ خود باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اگر تم شکر کرو گے تو میں مزید عطا کروں گا۔'' اور جس وقت نفس شہوات و لذت کے لئے قلب کو متحرک کرنا چاہتا ہے تو قلب اس کو قبول کر لیتا ہے۔ خواہ منجانب اللہ وہ کوئی حکم ہو یا اذن۔ پھر اسی غفلت حق اور شرک و معصیت کی وجہ سے رسوائیوں اور مصیبتوں کو اس پر عام کر دیا جاتا ہے اور اس پر درد کرب، مرض و تکلیف اور تشویش مسلّط ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور قلب و نفس دونوں کو اس میں سے حصہ مل جاتا ہے۔ اور قلب خواہشات نفسانی کو اس وقت تک قبول نہ کرے جب تک کہ منجانب اللہ پہلے سے اولیاء کے حق میں الہام اجازت حاصل نہ ہو جائے اور انبیاءؑ کے حق میں بذریعہ وحی اذن نہ مل جائے۔ پھر جب قلب عطا و منع پر عمل پیرا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کی رحمت و برکت عافیت و

رضا، نور و معرفت اور قرب و غنا اس پر عام ہو جایا کرتی ہے۔ اور اس کو آفات سے سلامتی اور دشمن پر فتح و نصرت حاصل ہو جاتی ہے اس قول کو یاد کر کے محفوظ کرتے ہوئے نزول بلیات سے مکمل طور پر احتراز کرتے رہو کیونکہ ان کا نزول نفس و خواہش کے مطالبہ کو بہ عجلت تسلیم کر لینے سے ہوا کرتا ہے لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ توقف اختیار کرتے ہوئے اذن خداوندی کا انتظار کرو۔ اس طرح تم انشاء اللہ ہمیشہ دنیا و آخرت میں عافیت و سکون کے ساتھ رہو گے۔

مقدر پر شاکر رہو: حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ نوشتۂ تقدیر کو معینہ مدت پر پہنچنے تک قلیل شے پر ہی قناعت کرتے ہوئے اس کو اپنے ذمہ واجب کر لو۔ پھر جب تمہیں نفیس و اعلیٰ مقام کی جانب منتقل کر دیا جائے گا تو تمہیں تہنیت پیش کی جائے گی اور تمہیں اسی منزل میں رکھتے ہوئے دین و دنیا کی سختیوں اور انجام بد نیز حد سے تجاوز کیے بغیر باقی رکھتے ہوئے اسی حالت میں تمہاری حفاظت کی جائے گی۔ اور پھر تمہیں اس منزل سے ترقی دے کر ایسی منزل کی طرف منتقل کر دیا جائے گا جو اس حال سے کہیں زیادہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور خوشگواری کا باعث ہوگا۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ترک طلب سے تمہارا حصہ کبھی فوت نہیں ہوگا اور جس شئے میں تمہارا حصہ نہیں ہے اس کو طلب کے باوجود بھی حاصل نہیں کر سکو گے۔ لہٰذا صبر سے کام لے کر اسی حال کو اپنے اوپر لازم قرار دیتے ہوئے اسی پر اظہارِ رضامندی کرتے رہو۔ اور کسی شے کی لین دین میں اپنی تدبیر کو ہرگز دخل نہ دو۔ جب تک کہ تمہارے پاس کوئی حکم نہ پہنچ جائے اور نہ کبھی اپنی جانب سے حرکت و سکون اختیار کرو نہ کبھی آرام حاصل کرو۔ ورنہ تمہیں اس شخص کے حال کو پسند کرنے کی شامت میں مبتلا کر دیا جائے گا جو خدا کی مخلوق میں تم سے بدتر ہوگا۔ اس لئے کہ تم نے طلب و سعی کی وجہ سے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ اور ظالم سے کبھی غفلت نہیں برتی جاتی۔ جیسا کہ باری تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ:: ''ہم اسی طرح بعض ظالموں کو بعض کے سپرد کر دیتے ہیں۔''

اس لئے کہ تم کو ایک ایسے عظیم المرتبت بادشاہ کے محل میں ہو جس کے حکم و شوکت عظیم ہیں۔ اور جس کا لشکر بہت کثیر۔ جس کی مشیت نافذ ہے اور حکم غالب۔ اور جس کا ملک ہمیشہ باقی رہنے والا ہے جس کے علم و حکمت دقیق و کامل ہیں اور جس کے علم سے ارض و سماء کی ذرہ برابر بھی کوئی شئے پوشیدہ نہیں۔ نہ اس سے کسی کا ظلم پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ اور تم اپنے معاصی کے اعتبار سے ظالموں سے بھی بڑھ کر ہو۔ تمہارے جرائم بھی ان سے زائد ہیں۔ اس لئے تم کہ تم نے اپنی ذات اور خدا کی

مخلوق میں اپنی خواہش کے اعتبار سے تصرف کیا ہے اور خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اللہ اپنے ساتھ شرک کرنے کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ جس شے کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔" لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ شرک سے گریز کرتے ہوئے اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اور اپنی خلوت و جلوت میں حرکات و سکنات میں شب و روز کے ہر حصے میں گناہوں سے اجتناب کرتے رہو۔ اور اپنے اعضاء کو ترک معصیت پر ہمیشہ مستعد رکھو۔ خواہ وہ معصیت ظاہری ہو یا باطنی۔ اس لئے کہ نہ تو تم خدا سے فرار اختیار کر سکتے ہو۔ اور نہ اس کی قضا و قدر سے جھگڑا مول لے سکتے ہو۔ ورنہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے اور اس کے حکم پر بھی کسی قسم کا اہتمام نہ لگاؤ ورنہ ذلت کا سامنا ہوگا۔ اور اس کی جانب سے غافل بھی نہ ہو ورنہ وہ تمہیں بھی فراموش کر کے ابتلا میں ڈال دے گا۔ اور اس کے گھر میں کوئی حادثہ بھی پیدا نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اس طرح ہلاکت میں ڈال دیا جائے گا کہ تمہارے قلب کو تاریک کر کے ایمان و معرفت سلب کر لئے جائیں گے اور تمہارے اوپر نفس و شیطان خواہشات و شہوات اور تمہارے اہل خانہ، تمہارے دوستوں اور پڑوسیوں کو تم پر مسلط کر دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ تم پر گھروں کے سانپ اور بچھو اور دوسرے کاٹنے والے کیڑے مکوڑے مسلط ہو جائیں گے۔ اور دنیا میں تمہارے عیش کو منغص اور آخرت میں عذاب کو طویل کر دیا جائے گا۔

☆☆☆

(صفحہ 53 / کا سلسلہ)

۴۔ دروغ گو کو مروت نہیں حاسد کو راحت نہیں، بدخلق کو سرداری اور ملوک کو اخوت نہیں۔
۵۔ ہمارا دین سراپا ادب ہے جو اس کو ملحوظ نہیں رکھے گا وہ بدنصیب ہے۔
۶۔ بڑا زہد دنیا میں یہ ہے کہ لوگوں کی ملاقات سے کنارہ کش ہو جائے۔
۷۔ نزول بلا ہلاکت کے لئے نہیں بلکہ امتحان کے لئے ہوتا ہے۔
۸۔ قدرت انتقام رکھتے ہوئے غصے کو پی جانا افضل ترین جہاد ہے۔
۹۔ گناہ ایک ناسور ہے اگر ترک نہ کرو گے تو متواتر بڑھتا چلا جائے گا۔
۱۰۔ نیکی سوائے تین خصلتوں کے مکمل نہیں ہوتی۔ ۱۔ سے جلدی کرنا۔ ۲۔ سے چھوٹا سمجھنا۔ ۳۔ سے چھپانا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معارف شمس و تبریز

از............حضرت شمس تبریزؒ

در بیان عشق مرشد

شعر ۱۰۸ شمس تبریزؒ ہر کہ بے تو بزیست عذرا و پیش خلق لنگ آمد

ترجمہ و تشریح : اے شمس تبریزؒ! آپ کی صحبت اور محبت کے بغیر جو زندگی گزارتا ہے وہ کتنا ہی عذر پیش کرے عدیم الفرصتی کا مگر مخلوق میں آپ کی ایسی مقبولیت ہے کہ مخلوق ہر عذر کو عذر نا معتبر قرار دے دیگی اس شعر میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علی نے اپنے اُن جذبات محبت کا اظہار کیا ہے جو ان کو اپنے مرشد حضرت شمس تبریزؒ سے والہانہ تھا۔

شمس و قمر کی روشنی دہر میں ہے ہوا کرے مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظروں کو کیا کروں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ دو شعر اس وقت یاد آ رہے ہیں نعت کے عجیب والہانہ مضامین میں سے پُر ہیں اور بہت مشہور ہیں۔

لَنَا شَمْسٌ وَ لِلْاُفَاقِ شَمْسٌ وَ شَمْسِی خَیْرٌ مِنْ شَمْسِ السَّمَاءِ
فَاِنَّ الشَّمْسَ تَطْلَعُ بَعْدَ فَجْرٍ وَ شَمْسِی طَالِعٌ بَعْدَ الْعِشَاءِ

ترجمہ :حضرت عائشہؓ حضور اکرم علیہ السلام کی محبت والہانہ کو اس طرح بیان فرماتی ہیں کہ ہمارا ایک سورج ہے اور کائنات کا بھی ایک سورج ہے اور میرا سورج (حضور اکرم علیہ السلام) آسمان کے سورج سے افضل و بہتر ہے۔ پس تحقیقات کہ آسمان کا سورج تو طلوع ہوتا ہے فجر کے بعد اور میرا سورج بعد نماز عشاء طلوع ہوتا ہے اور ازدواج مطہرات کے پاس آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی تشریف آوری اور جلوہ فرمائی کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

مشائخ کا قول ہے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ اپنا بنانا چاہتے ہیں اس کے قلب میں اپنے کسی مقبول ولی بندہ کی محبت ڈالدیتے ہیں پھر وہ اس متبع سنت بندہ کی صحبت وخدمت واتباع سے متبع سنت ہوکر خدا کا ولی بن جاتا ہے:

ان سے ملنے کی ہے یہی ایک راہ   ملنے والوں سے راہ پیدا کر

ایک حدیث شریف میں اللہ والوں کی محبت کو خدائے پاک سے مانگنا سکھایا گیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اے خدا میں تجھ سے تیری حبت مانگتا ہوں اور ان کی محبت بھی مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت رکھنے والے ہیں۔ حدیث پاک ہے: کہ اللہ والوں ہی کی صحبت سے خدائے پاک کی محبت اور دعا کا طریقہ معلوم ہوتا ہے:

شعر ۱۰۹   قفس و مرغ بیضہ پراں شد   پرّ و بال از جمال حق روئیند

ترجمہ و تشریح: اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی ترقیات باطنی اور پرواز روحانی حق تعالیٰ کے مشاہدہ جمال اور حلاوت ذکر سے ہوتی ہے جس کو پر و بال سے تشبیہہ دی ہے اور یہی وہ لذت قرب ہے جو ان کو تمام کائنات سے بے نیاز رکھتی ہے۔

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بیگانے
بلا کشان محبت کو کوئی کیا جانے

حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جذب کا جو فیضان اولیائے حق کی ارواح پر ہوتا رہتا ہے مولانا اس کی قوۃ پرواز کو بیان فرماتے ہیں کہ یہ اسیران محبت جوشش عشق سے مع قفس کے اڑتے ہیں یعنی مرغ روح کے لئے تن کا قفس مانع نہیں ہوتا مراد یہ ہے کہ عناصر کے تقاضائے شہوانیہ مغلوب کالعدم ہوکر اولیاء کے ابدان بھی ان کی ارواح طیبہ کے ساتھ مصروف اطاعت حق اور تابعدار فرمان حق رہتے ہیں۔

رنج تھا اسیروں کو بال و پر کے جانے سے
اڑ چلے قفس لیکر بوئے گل کے آنے سے

شعر ۱۱۰   نام گردوں بر آکہ آسان شد   بشمس تبریز نرد بانے ساخت

ترجمہ و تشریح: مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد تبریزؒ نے سیڑھی بنادی ہے اب آسمان پر سفر آسان ہے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ پیر کے ذریعہ باسانی طے ہوجاتا ہے جیسا

مولانا نے مثنوی میں بھی اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ

پیر باشد نردبانے آسماں　　　　تیر پراں از کہ باشد از کماں

ترجمہ: پیر آسمان تک یعنی خالق افلاک تک رسائی کی سیڑھی ہے اور تیر کس سے اڑتا ہے کمان سے پس طالب و مرید کے لئے مرشد (متبع سنت) سیڑھی بھی ہے اور کمان بھی ہے۔

بابا فرید فرماتے ہیں:

گر ہوئے ایں سفر داری　　　　دامن رہبر بگیر و پس بیا

اے دل اگر خدا کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے تو مرشد کا دامن پکڑ لے اور پیچھے پیچھے چلا آ۔

ایک بزرگ کا اردو شعر:

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں　　　　میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آئے

مگر مرشد کامل وہی ہے جو جامع شریعت و طریقت یعنی شریعت کا پابند ہو۔ ورنہ خلاف شریعت چلنے والا خواہ ہوا پر بھی اڑ کر شعبدہ دکھائے وہ گمراہ ہے۔

گر ہوا پہ اڑتا ہو وہ رات دن　　　　ترک سنت جو کرے شیطان گن

خواری غافلان و اعزاز عاشقان

شعر ۱۱۱　عارفاں جانب نعیم روند　　　　غافلاں خوار بے خبر میرند

ترجمہ و تشریح: عارفین حق جنت کی طرف منزل طے کر رہے ہیں اور خدا سے غافل خدا سے بے خبری کے سبب ذلت کی موت مر رہے ہیں۔

شعر ۱۱۲　وانکہ اینجا علف پرست برند　　　　گا و بو دند و ہمچو خر میرند

ترجمہ و تشریح: اور وہ لوگ جو یہاں یعنی دنیا میں خدا کے خوف سے بے پروا اور آخرت سے غافل ہو کر مثل جانور دنیا کے گھاس و پھوسے پر فدا ہیں ان کی زندگی گائے بیل کے مانند اور موت گدھے کے مانند ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں کفار کو فرمایا ہے کہ یہ مثل جانور ہیں بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ اضلّ ہیں۔

شعر ۱۱۳　بادہ فراداں و خم و جام مے　　　　بوسہ بے اندازہ ولب ناپدید

ترجمہ و تشریح: بادہ کثیر اور خم اور جام مے ہے اور بوسہ بے انداز اور بے شمار ہے اور لب پردۂ غیب میں پوشیدہ ہے مراد یہ ہے کہ پیہم عنایات حق مخلوق پر ہو رہے ہیں اور حق تعالیٰ اپنی

محبت وجذب پنہاں کے انعامات بصورت توفیقات اعمال صالحہ اپنے اولیاء کو عطا فرما رہے اور اعمال صالحہ میں حلاوت ولذت عطا فرما کر عبادت کو اس درجہ پر کیف وسرور بنا رہے ہیں کہ ان کے اولیاء کو:

بادہ در جوشش گدائے جوش ماست

بے ساختہ کہنا پڑا۔ یعنی عاشقان حق کو عبادت سے وہ ٹھنڈک آنکھوں کو عطا ہوئی اور وہ سرور روح کو عطا ہوا کہ وہ فانی مستی بادہ کو اپنی سرمدی مستی کا غلام وگدا سمجھنے لگے:

شعر ۱۱۴ ہر کہ زعشاں گریزاں شود عافیت الا مر پریشاں شود

ترجمہ و تشریح: جو شخص کہ عاشقان حق سے بھاگتا ہے بالآخر اسے پریشانی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مراد یہ اہل اللہ کی صحبت سے فرار مضر ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

شعر ۱۱۵ دل سوئے عشق کشدہ عاقبت درحرم عصمت سلطان شود

ترجمہ و تشریح: جو دل اللہ تعالیٰ کی محبت عاشقان خدا کی صحبت اور خدمت سے حاصل کرتا ہے انجام کار وہ حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے اور خصوصی حفاظت حق تعالیٰ کی اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے۔

”ترغیب صحبت اھل دل“

شعر ۱۰۸ رو بہ دل اہل دلے جائے گیر قطرۂ یم لو مرجان شود

ترجمہ و تشریح: جاؤ کسی اہل دل کی صحبت میں خلوص دل سے کچھ مدت رہو کیونکہ ان کی صحبت کیمیا تاثیر ہے۔ جس طرح پانی کا قطرہ صدف کے اندر موتی بن جاتا ہے تم بھی موتی بن جاؤ گے اور جس طرح وہ پانی کا قطرہ صدف کے باہر موتی نہیں بن سکتا اسی طرح تم بھی صحبت اہل اللہ کے بغیر انسان کامل نہیں بن سکتے۔

☆☆☆

مومن اور منافق کی پہچان

سرکار مدینہ قرار قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ، شہنشاہ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”مومن کی علامت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نماز اور روزے میں اس کا دل لگا دے اور منافق کی علامت یہ ہے کہ اللہ عزوجل اس کے پیٹ اور شرمگاہ کی تسکین کو اس کی خواہش بنا دے۔“ (ماخوذ بحر الدموع)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان اور وطن اصلی

از: حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

انسان کی دو قسمیں ہیں۔ جسمانی اور روحانی

جسمانی عام انسان ہیں اور روحانی خاص انسان ہیں۔

عام انسان کا رجوع اپنے گھر کی طرف رہتا ہے اور وہ مراتب و درجات ہیں جو علم شریعت، طریقت اور معرفت کے احکام پر عمل پیرا ہونے پر حاصل ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں حکمت جامعہ معرفت خداوندی ہے جب کہ اعمال ریاکاری اور بناوٹ سے پاک ہوں۔

اس درجات تین طبقوں پر مشتمل ہے۔

۱ وہ جنت جو عالم ملک میں ہے اسے جنت الماویٰ کہتے ہیں۔

۲ وہ جنت جو عالم ملکوت میں ہے اسے جنت النعیم سے یاد کیا گیا ہے۔

۳ وہ جنت جو عالم جبروت میں ہے اسے جنت الفردوس کہا گیا ہے۔

اور یہ جسمانی نعمتیں ہیں اور جسم تین علموں کے بغیر اپنے علام میں نہیں پہنچ سکتا اور وہ تین علم یہ ہیں۔

علم شریعت، علم طریقت، علم معرفت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْحِکْمَةُ الْجَامِعَةُ ، مَعْرِفَةُ الْحَقِّ، معرفت الٰھیہ ہی حکمت جامعہ ہے۔

وَالْعَمَلُ بِهَا وَمَعْرِفَةُ الْبَاطِلِ وَتَرْكَهٗ اور معرفت الٰہی حق کی پہچان اور پھر اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ نیز باطل کو پہچان کر اسے ترک کرنا حکمت جامعہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّاوَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّرْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

الٰہی ہمیں حق واضح فرمادے جیسے کہ وضاحت کا حق ہے۔اور پھر اس پر عمل کی توفیق مرحمت فرما اور ہمیں باطل سے آگاہ فرما جیسا کہ وہ باطل ہے اور پھر اس سے ہمیں محفوظ و مامون فرمادے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ وَخَالِقَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ وَتَابِعَہٗ

جس نے اپنے آپ اور اپنے خالق کی معرفت حاصل کرلی بے شک اس نے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کی اور اس کا فرمانبردار بن گیا۔

خاص انسان کی منزل وطن اصلی میں پہنچ کر قرب خداوندی کا حصول ہے جس کا ذریعہ علم حقیقت ہے۔یعنی عالم قربت، لاہوت میں توحید ہے۔ دینوی زندگی میں اسے اپنی عادت کے باعث یہ مقام مل سکتا ہے۔ پھر انسان خاص کا سونا اور بیدار رہنا یکساں ہوتا ہے بلکہ جب جسم سوتا ہے تو قلب کو فرصت میسر ہوجاتی ہے تو پھر وہ کلی یا جزوی طور پر وطن اصلی میں پہنچ جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا

(الزمر پ۲۴ آیت۴۲)

اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو فوت نہیں ہوئے ان کو ان کی نیند میں۔

اس لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

نَوْمُ الْعَالِمِ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَۃِ الْجَاھِلِ

عالم کی نیند جاہل کی عبادت سے اچھی ہے اس لئے کہ اس کا دل نور توحید سے زندہ ہوتا ہے اور وہ زبان حال سے بلا حروف اور آواز کے اسمائے الٰہی کے دائمی ذکر میں مصروف رہتا ہے۔

چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ انسان میرا اور میں اس کا راز ہوں (حدیث قدسی) مزید ارشاد ہے۔ علم باطنی میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ جسے میں نے اپنے خاص بندوں کے دلوں میں

رکھا ہے اور میرے سوا اس راز کو کوئی نہیں جانتا (حدیث قدسی)

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ وَاَنَا مَعَهٗ حِیْنَ یَذْکُرُنِیْ وَاِذَا ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِذَا ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ اَحْسَنَ مِنْهُ۔

میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنی شان کے مطابق اپنے آپ میں یاد کرتا ہوں اور وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے مجلس میں یاد کرتا ہوں جو اس کی مجلس سے زیادہ عمدہ ہے اس سے مراد علم تفکر ہے۔ جو انسان کے وجود میں ودیعت کر رکھا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ فرماتے ہیں۔

تَفَکَّرَ سَاعَةً خَیْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِیْنَ سَنَةً

ذات خداوندی کے بارے میں فکر کا ایک لمحہ ستر سالہ عبادت سے بہتر ہے نیز فرمایا فکر ذات الٰہی میں ایک لمحہ کی عظمت اور شان یہ ہے کہ وہ لمحہ ایک ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔

علم ایسا عرفان ہے جو اللہ تعالیٰ وحدانیت کی معرفت کا باعث ہوتا ہے جس کے وسیلہ سے عارف قرب کے درجہ کو پالیتا ہے اور پھر وہ عابد و عارف تمام قرب میں محو پرواز رہتا ہے جیسا کہ کسی شاعر نے اس سلسلہ میں یوں کہا ہے کہ عشاق کے دلوں کی ایسی آنکھیں ہیں جو ایسے امور کا مشاہدہ کرتی رہتی ہیں جن کو عام دیکھنے والے نہیں دیکھ سکتے۔ ان کی پرواز بلا بال و پر ہوتی ہے اور وہ رب العالمین کے ملکوں کی طرف پرواز کرتے رہتے ہیں۔

پھر یہ پرواز خاص انسان عارف کے باطن میں ہوتی ہے۔ حقیقتاً اسے ہی انسان کہا گیا ہے۔ وہی اللہ کا حبیب ہے۔ وہی اس کا محرم اور عروس ہے۔ جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اہل اللہ ہی اللہ کے عرائس ہیں۔

جیسے محرم خاص کے علاوہ عروس کوئی نہیں جانتا۔ ایسے ہی وہ لباس بشریت میں پوشیدہ ہوتے

ہیں انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حدیث قدسی میں ہے۔

اَوْلِيَائِيْ تَحْتَ قَبَائِيْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِيْ

میرے ولی میری قبا کے نیچے ہیں۔ انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ لوگ تو ان کی ظاہری زیب وزینت کے علاوہ کچھ نہیں دیکھ پاتے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اَلْوَلِيُّ رَيْحَانُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ يَشُمُّهٗ الصِّدِّيْقُوْنَ (الی آخرہ)

جب ان کی خوشبو ان کے دلوں میں اتر جاتی ہے تو پھر جذبہ عشق مولیٰ تعالیٰ کی طرف بڑھ جاتا ہے اور ان کی عبادت ان کی ان اخلاقی ترقی اور درجہ فنا کے مطابق بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ جتنا زیادہ قرب نصیب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ فنائیت کا درجہ بڑھ جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ ولی وہی خوش بخت ہے جو فی حالہ فنا ہو اور مشاہدہ حق میں اسے معراج حاصل ہو۔ نہ اسے فی نفسہ اختیار ہو اور نہ ہی ذات خداوندی کے علاوہ کسی سے پیار اور قرار ہو۔

ایسا ہی انسان کرامات کے ساتھ موید ہوتا ہے اور عام لوگوں سے منفرد ممتاز اور علیحدہ ہوتا ہے اس لئے کہ کرامت ایک ایسی چیز ہے جس کا ظاہر غیر مناسب ہے کیونکہ ربوبیت کے اسرار کو ظاہر کرنا کفر ہے۔

مرصاد میں ہے۔ اصحاب کرامات سبھی محجوب (پوشیدہ) ہیں اور اولیائے خواص کے لئے تو کرامات کا ظہور محض حیض کی مانند ہے۔ ولایت کے ہزارہا مقام ہیں اور سب سے پہلا مقام کرامت ہے۔ جو اسے کراس کر گیا گویا اس نے باقی مقامات بھی حاصل کر لئے۔ (یعنی وہ محرومیت سے محفوظ ہو گیا اور جب کوئی دروازے میں ہی داخل نہ ہو تو وہ کیا حاصل کر پائے گا؟

☆☆☆☆

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ

نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ نے حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا "جب بندہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو شرک کے بعد اس کا کوئی گناہ زنا سے بڑھ کر نہ ہوگا اور اسی طرح وہ شخص جو اپنے نطفے کو حرام میں رکھتا ہے وہ بھی ایسا ہی ہے۔ قیامت کے دن زانی کی شرمگاہ سے ایسی پیپ نکلے گی کہ اگر اس میں سے ایک قطرہ سطح زمین پر ڈال دیا جائے تو اس کی بو کی وجہ سے ساری دنیا والوں کا جینا دوبھر ہو جائے۔" (ماخوذ بحرالدموع)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیوان حافظ

از:........................حضرت حفیظ شیرازی

زآں یار دلنوازم شکر یست باشکایت — گرنکتہ دان عشقی خوش بشنوایں حکایت
مجھے اس دلنواز دوست سے شکریہ کے ساتھ شکایت ہے — اگر تو عشق کا نکتہ داں ہے تو اس قصہ کو اچھی طرح سن لے

بمیز د بود ومنّت ہر خدمتے کہ کردیم — یارب مبادکس رامخدومِ بے عنایت
میں نے جو خدمت کی وہ بدوں مزدوری اور احسان کے تھی — اے خدا ! کسی کا مخدوم بے عنایت نہ ہو

رندان تشنہ لب را آبے نمید ہدکس — گویاولی شناساں رفتند ازیں ولایت
پیاسے ہونٹوں والے رندوں کو کوئی پانی نہیں دیتا ہے — گویا اس دنیا سے، ولی کو پہچاننے والے چلے گئے

درزلفِ چوں کمندش اے دل مپیچ کآنجا — سرہابریدہ بینی بے جرم وبے جنایت
اے دل اس کی کمند جیسی زلف میں نہ لپیٹ اس کہ اس جگہ — بدوں کسی جرم اور خطا کے تو بہت سے سر کٹے ہوئے دیکھے گا

ایں راہ رانہایت صورت کجاتواں بست — کش صدر ہزار منزل پیش ست دربدایت
اس راستہ کی انتہا کی کیا صورت ہوسکتی ہے — اس لئے کہ اس کے شروع میں لاکھوں منزلیں درپیش ہیں

چشمت بغمزہ ماراخوں خوردومی پسندی — جاناں روانباشدخوں ریزراحمایت
تیری نگاہوں نے ناز وانداز سے ہمارا خون پی لیا اور یہ تجھے پسند ہے — اے پیارے خوں ریز کی حمایت جائز نہیں ہوتی ہے

ہرچند بردی آبم رُو ازدرت نتابم — جوراز حبیب خوشتر کزمدّعی رعایت
ہرچند کہ تو نے مری آبرو ختم کردی لیکن تیرے در سے منہ نہ موڑوں گا — رقیب کی رعایت سے، دوست کا ظلم بہتر ہے

اے آفتابِ خوباں میسوز داندرونم یکساعتم بگنجاں درسایۂ عنایت

اے حسینوں کے آفتاب، میرا باطن بھڑک رہا ہے گھڑی بھر کیلئے مہربانی کے سایہ میں پناہ دیدے

درایں شبِ سیاہم گم گشتہ راہِ مقصود از گوشہ بروں آ اے کوکبِ ہدایت

اس اندھیری رات میں میری راہ مقصود گم ہوگئی ہے اے ہدایت کے ستارے گوشہ سے باہر نکل آ

از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود زنہار ازیں بیاباں ویں راہِ بے نہایت

میں جس طرف بھی گیا میری وحشت کے سوا کچھ نہ بڑھا اس جنگل اور اس بے انتہا راستہ سے خدا کی پناہ

عشقت رسد بفریاد گر خود بسانِ حافظ

عشق تیری فریاد کو پہونچے گا اگر تو حافظ کی طرح

قرآن ز بر بخوانی باچاردہ روایت

چودہ قرأت کے ساتھ قرآن حفظ پڑھے گا

سرِ ارادتِ ماو آستانِ حضرت دوست کہ ہر چہ بر سرِ ما میرود ارادتِ اوست

دوست کے دربار کی چوکھٹ ہے اور ہمارا عقید تمند سر اس لئے کہ جو کچھ ہمارے سر پر بیت رہی ہے اسی کے ارادہ سے ہے

نظیرِ دوست ندیدم اگر چہ از مہ و مہر نہادم آئینہ ہا در مقابلِ رخِ دوست

میں نے دوست کی مانند نہ دیکھا اگر چہ چاند اور سوج کا آئینہ میں نے دوست کے رخ کے بالمقابل رکھا

نثارِ روئے تو ہر برگِ گل کہ در چمن ست فدائے قدِ تو ہر سرو بن کہ برلبِ جوست

ہر پھول کی پتی جو بھی چمن میں ہے تیرے چہرے پر نثار ہے جو بھی نہر کے کنارے سرو ہے وہ تیرے قد پر قربان ہے

مگر تو شانہ زدی زلفِ عنبر افشاں را کہ بادِ غالیہ سا گشت و خاک عنبر بوست

شاید تو نے عنبر چھڑکنے والی زلف میں کنگھی کی ہے اس لئے کہ ہوا غالیہ گھسنے والی اور خاک عنبر کی سی خوشبو کی ہوگئی ہے

رخِ تو در نظر آمد مراد خواہم یافت چرا کہ حالِ نکو در قفائے فالِ نکوست

تیرا چہرہ نظر آیا ہے، مراد بھی حاصل کرلوں گا اس لئے اچھی فال کے بعد اچھی حالت ہوتی ہے

صباز حالِ دلِ تنگِ ماچہ شرح دہد　　کہ چوں شکنجِ ورقہائے غنچہ تو برتوست
ہمارے تنگ دل کی حالت کی صبا کیا شرح کرے　　جو غنچہ کی پتیوں کی شکنوں کی طرح تہ بہ تہ ہے

نہ من سبوکشِ ایں دیرِ زہد سوزم وبس　　بسا سریکہ دریں آستانہ سنگ وسبوست
اس زہد کے جلانیوالے میخانہ کا میں ہی خدمت گزار نہیں ہوں　　بہت سے سر ہیں جو اس آستانہ پر سنگ وسبو بنے ہیں

زبانِ ناطقہ در وصفِ حسنِ اولال ست　　چہ جائے کلکِ بریدہ زبانِ بیہدہ گوست
اس کے حسن کے بیان میں ناطقہ کی زبان گنگ ہے　　زبان کٹے بیہودہ گو، قلم کے لئے کیا موقع ہے

نہ ایں زماں دل حافظ در آتشِ طلب ست
صرف اس زمانہ میں ہی حافظ کا دل طلب کی آگ میں نہیں ہے
کہ داغدارِ ازل ہمچو لالۂ خودروست
وہ تو خودرو لالہ کی طرح، ازل سے داغدار ہے

☆☆☆☆☆

نیکیوں کی توفیق ملنا

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ محبوب رب العزت محسن انسانیت عزوجل ﷺ کا فرمان مغفرت نشان ہے کہ ''جب اللہ عزوجل کسی بندے کی مغفرت فرمانا چاہتا ہے تو اسے گناہ سے روک دیتا ہے اور جب اللہ عزوجل کسی بندے کا عمل قبول کرنا چاہتا ہے تو اسے نیک عمل کی طرف مائل کردیتا ہے۔''

توبہ کے تین انعامات:

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ سید المبلغین رحمۃ للعالمین ﷺ کا فرمان خوشبودار ہے۔''توبہ کرنے والے جب اپنی قبروں سے نکلیں گے تو ان کے سامنے سے مشک کی خوشبو پھیلے گی، وہ جنت کے دسترخوان پر آکر اس میں سے کھائیں گے اور وہ عرش کے سائے میں ہوں گے جب کہ دیگر لوگ حساب کی سختی میں مبتلا ہوں گے۔'' (ماخوذ بحرالدموع)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در بیان آداب سماع

از: حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ

سماع کے آداب کا بیان

ہست سماع وارِدِ غیب اے امیں — لیکہ بود اہلِ سماع راچنیں

اے دوست! سماع سے ایک غیبی کیفیت طاری ہوتی ہے لیکن یہ کیفیت انہیں کو ہوتی ہے جو سماع کے اہل ہوتے ہیں۔

نفسِ کمیں رابکُشد اولیں — از رہِ تقلیلِ طعام از کمیں

پہلو میں چھپے ہوئے نفس کو قابو میں کرنے کے لئے پہلے غذا میں کمی کرنی چاہئے۔

خطرہ حسّی کہ بود در دلت — جملہ رود نور شود بردلت

تیرے دل میں خوف کا جو بھی احساس پیدا ہوتا رہتا ہے وہ سب دل سے غائب ہوجاتا اور دل منور ہوجاتا ہے۔

عزمِ سماع گرتو کنی پیش ازاں — چند کنی ترکِ طعام اے جواں

اے جواں! اگر تو سماع کا ارادہ کرے تو اس سے قبل کچھ وقت کے لئے کھانا نہ کھائے

بعدہٗ در بزمِ سماع باوقار — رفتہ نشیں دل بمراقب کمال

اے فرزند! اس کے بعد تو سماع کی محفل میں وقار کے ساتھ جا اور دل کو متوجہ کر کے بیٹھ جا

مقصدِ خود پیش نظر داریش   برزخِ مرشد پئے دیداریش

اپنا جو مقصد ہے اس کو پیش نظر رکھ، جس سے مراد مرشد کا تصور اور اس کا دیدار ہے

یسرویمیناً نہ گزاری نظر   از سرِ کونین سراسر گزر

دائیں اور بائیں جانب نظر نہ دوڑااوردونوں جہاں کا نظارہ کر

چوں تو کنی دل بحضور جماع   دست دہد حالتِ وجدِ سماع

تو سماع میں حالت وجد سے ہمکنار ہوجائے گا اگر تو دل میں حضوری یکجا کرلے

اینکہ درآں نعمتے از فصلِ حق   ہست یقیں صوتِ حسن فضلِ حق

خوبصورت آواز یقیناً خدا کا فضل ہے اس طرح کہ اس میں ایک نعمت ہے جو حق تعالیٰ کے کلام کا حصہ ہے۔

قصد نسازی کہ رود درسماع   مُطربِ اَمرِ د کہ بود درسماع

. اگر سماع میں بغیر داڑھی مونچھ والا نوخیز لڑکا قوال ہوتو ایسے سماع میں جانے کا تو ہرگز ارادہ نہ کر

ہست سماع درحقِ اہلِ صفا   بیں زِحقیقت ہمہ صوت وصدا

اہل صفا کے نزدیک سماع یہ ہے کہ تمام آواز اور پکار کو (مجازی نہیں بلکہ) حقیقی خیال کیا جائے۔

مست شود از سخنِ برمحل   آنکہ بود عاشقِ حق عزوجل

اللہ عزوجل کا عاشق وہی ہوتاہے جو برموقع کلام سن کر مست ہوجائے۔

داد دلے را کہ بود ممتحن   بلکہ دہد جاں بہماں یک سخن

بلکہ اس امتحان میں ایک ہی بات پر دل تو کیا جان بھی فدا کردیتاہے۔

تشریح: سماع کے آداب میں فرماتے ہیں کہ جو سماع سننے کے اہل ہوتے ہیں سماع سے ان کے دلوں پر ایک غیبی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ نفس امارہ کو قلت طعام کے ذریعہ قابو میں لایا جاسکتا ہے لہٰذا سماع میں جانے سے قبل طعام نہ کھائیں اور محفل میں ادھر ادھر دیکھے بغیر دل کو متوجہ کر کے بیٹھیں اور اپنے مرشد کا تصور پیش نظر رکھیں چونکہ خوبصورت آواز سننے سے وجدانی کیفیت کا پیدا ہونا نہ صرف فطرت کا تقاضا بلکہ اللہ

تعالیٰ کا فضل بھی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا سچا عاشق واقعی برموقع وبرمحل کلام سن کر مست و بے خود ہو جاتا ہے بلکہ بعض عاشقان حق نے تو ایک ہی بات پر اپنی جان فدا کر دی اور واصل بحق ہو گئے۔

لغت میں سماع (س مفتوح) بمعنی سننا اور سماع (س مکسور) بمعنی رقص ونغمہ۔ اصطلاح طریقت میں سماع سے مراد ایسی محفل جس میں مشائخ وصلحاء اپنے مریدین ومتوسلین اور معتقدین کو ساتھ لئے کسی قوال کی زبانی دف کے ساتھ صوفیانہ، عارفانہ، نعتیہ یا منقبتی کلام سننے کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ پیران چشت کے اشغال میں سماع کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے بلکہ اس کو روحانی غذا اور عبادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایک طبقہ سماع سننے سے گریز کرتا ہے اس اختلاف کی نفیس تشریح یہ کہ جن بزرگوں پر اطاعت وفرمانبرداری کا غلبہ ہو وہ سماع سے بچتے ہیں اور جن پر عشق ومحبت کا غلبہ ہو وہ سماع سننے میں رغبت رکھتے ہیں۔ انبیاء وصحابہ میں دونوں مزاج والے تھے مثلاً موسیٰ علیہ السلام پر عشق کا ظہور زیادہ، عیسیٰ علیہ السلام تارک الدنیا اور ہمارے آقا علیہ جمیع صفات کے جامع اسی طرح صحابہ میں صدیق وبلال رضی اللہ عنہما پر عشق غالب تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مزاج میں شدت۔ ان کی پیروی میں مشائخ طریقت کے مزاج بھی دونوں قسم کے تھے۔

موجودہ دور میں عام طور پر لوگ سماع کو تفریح طبع کا ذریعہ سمجھنے لگے ہیں اور چورستوں (عورتوں کی قوالی کے مقابلوں کو بزرگان چشت کی مجلس سماع سے نسبت دیتے ہیں جو غلط۔ بنیاد بلکہ علانیہ گناہ اور جو موجب عذاب ہے۔

دراصل سماع ایک درد کی دوا ہے لہٰذا جسے درد ہو وہی استعمال کرے۔ اس لئے جو اہل ہوتے ہیں ان ہی کو سماع سننے کی اجازت ہے۔ بلکہ سماع سننے کی بڑی سخت شرائط عائد کی گئی ہیں۔ مثلاً حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہ نے فرمایا سماع میں عورتیں نہ ہوں۔ کلام سنانے والا نابالغ لڑکا نہ ہو شرعی طور پر ممنوع باجوں کا استعمال نہ ہو۔ قوال کا کلام فحش اور فضول نہ ہو (فوائد الفواد)

اسی طرح حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی علیہ الرحمہ کے مقرر کردہ آداب سماع ہیں، سننے اور سنانے والا باوضو رہے۔ محفل عام راستہ پر نہ ہو۔ سماع کا انعقاد نماز کے وقت نہ ہو۔ منکر سماع محفل میں شرکت نہ کرے۔ سماع کا آغاز سورۂ فاتحہ ایک بار، سورۂ اخلاص تین بار اور درود شریف سے ہو محفل میں باادب دوزانوں بیٹھیں۔ محفل میں ہنسی مذاق نہ ہو۔ سماع سے دلچسپی باقی نہ رہے تو محفل سے باہر آجائیں محفل کا اختتام بھی فاتحہ خوانی پر ہو (عشرات کاملہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفتاح العاشقین

ملفوظات حضرت نصیر الدین چراغ

کھانا کھلانے کی فضیلت کے بیان میں

بھوکوں کو کھانا کھلانا ہر ایک مذہب میں پسندیدہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں۔ کہ بھوکوں کو سیر کیا جائے۔ اور انہیں آرام دے کر ان کے دال راضی کیئے جائیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے شیخ الاسلام ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا کہ مجھے دکھائیں کہ حق تعالیٰ کی کتنی راہیں ہیں۔ فرمایا: موجودات کے ہر ذرہ کی تعداد کے برابر۔ لیکن ان میں سب سے نزدیک کی راہ لوگوں کے دلوں کو آرام پہنچانا ہے۔

پھر فرمایا کہ دلیل السالکین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری اور رابعہ بصری ایک ہی جگہ بیٹھے تھے اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ رابعہ بصری نے پوچھا کہ اس راہ میں کمالیت کس بات کا نام ہے۔ خواجہ صاحب نے پانی پر مصلاً بچھا کر نماز ادا کی۔ بعد ازاں خواجہ حسن بصری نے فرمایا: رابعہ یہ مثل ہے اگر تو پانی پر چلے گا۔ تو تنکا ہے۔ اگر ہوا میں اڑے گا تو مکھی ہے۔ اگر کسی کے دل کو راضی کرے گا تو کچھ ہوگا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ قلندر سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدّین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یا شیخ! براہ کرم مجھے کوئی کرامت دکھایئے گا۔ خواجہ صاحب نے خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ جب کھانا لایا گیا۔ اور قلندروں کو دیا گیا۔ تو اس قلندر نے پھر کہا کہ یا شیخ! میں کھانے کو کیا کروں؟ مجھے کوئی کرامت دکھائیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: برخوردار! یہی کھانا ہی کرامت ہے۔ اسے کھالے۔ اس سے

بڑھ کر اور کوئی کرامت نہیں۔ جب قلندروں نے یہ بات سنی۔ تو آداب بجا لائے اور کھانا کھا کر چلے گئے۔

پھر فرمایا کہ حجۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ جب صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کچھ نہ کچھ کھا کر وہاں سے جاتے۔

پھر فرمایا کہ انس بن مالکؓ روایت فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ خدا کی راہ میں روٹی دینا بہتر ہے۔ یا سو رکعت نماز ادا کرنا۔ فرمایا: روٹی دینا بہتر ہے۔ پھر پوچھا کہ مسلمانوں کی حاجت پوری کرنا بہتر ہے۔ یا سو رکعت نماز ادا کرنی: فرمایا مسلمانوں کی حاجت پوری کرنا بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ کوئی چیز افضل اور بڑھ کر اس سے نہیں کہ کسی کے دل کو راحت پہنچائی جائے۔ یہ سب عبادتوں سے افضل ہے۔ جب خواجہ صاحب ان فوائد کو ختم کر چکے۔ تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد لله علٰی ذلك۔

☆☆☆☆☆☆☆

گناہ کے دس نقصانات

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ تم اللہ عزوجل کے اس فرمان سے ہرگز دھوکے میں نہ پڑنا۔ "جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس نیکی ہیں اور جو برائی لائے تو اسے بدلا نہ ملے گا مگر اس کے برابر۔"

(۱) جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل کو غضب دلاتا ہے اور وہ اسے پورا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ (۲) گناہ کرنے والا ابلیس ملعون کو خوش کرتا ہے (۳) جنت سے دور ہو جاتا ہے۔ (۴) جہنم کے قریب آ جاتا ہے (۵) وہ اپنی سب سے پیاری چیز یعنی اپنی جان کو تکلیف دیتا ہے (۶) وہ اپنے باطن کو ناپاک کر بیٹھتا ہے حالانکہ وہ پاک ہوجاتا ہے (۷) اعمال لکھنے والے فرشتوں یعنی کراماً کاتبین کو ایذاء دیتا ہے۔ (۸) وہ نبی کریم ﷺ کو روضۂ مبارکہ میں رنجیدہ کر دیتا ہے۔ (۹) زمین و آسمان اور تمام مخلوق کو اپنی نافرمانی پر گواہ بنالیتا ہے (۱۰) وہ تمام انسانوں سے خیانت اور رب العالمین عزوجل کی نافرمانی کرتا ہے۔ (ماخوذ بحر الدموع)